١٩٢٧

الهلال

جلد ١

نمبر ١٤

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ آنہ

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	- -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	- -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	- - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	- - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۱٤ — کلکته : جمعه ۱۹ ـ ربیع الاول ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 16, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۱۲۰ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۲۹۹ ۔
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۳۰٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۱۵ء	نستعلیق هون	۱۰۵

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی أحباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔ الهلال

مکتوب فرانس

انگلستان اور فرانس کي کشمکش - فرانس میں شاهي دعاية - عورتوں کیلیے جبري فوجي خدمت - عورتوں کے سیاسي حقوق

(الهلال کے مقاله نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

اِدهر چند سال سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات برابر خراب هوتے چلے جا رهے هیں - انگلستان دیکهتا هے که جرمني کي تباهي کے بعد اُسکے اصلي اور زبردست دشمن دو هیں : روس اور فرانس - روس اُسکي ملک گیري کا دشمن هے ' اور فرانس دنیا کے هر خطه میں اُسکي ملک گیري کا شریک بننا چاهتا هے - یهي وجه هے که انگلستان نے بیک وقت دو سیاسي میدان جنگ قائم کردیے هیں - ایک میں روس سے نبرد آزمائي کر رها هے - دوسرے میں فرانس سے -

فرانس کو زک دینے کے لیے انگلستان نے یه تدبیر کي هے که اُسے یورپ میں اُسکے تمام دوستوں اور حامیوں سے محروم کر دیا هے - اِس وقت فرانس بالکل بے یار و مدد گار هے - انگلستان کي یه قدیم حکمتِ عملي هے که وه حریف کے مقابله میں بذات خود بهت کم آتا هے - دور سے دوسروں کو شه دیتا اور نئے نئے دشمن اپنے حریف کے سامنے کهڑے کرتا رهتا هے - اِس وقت بهي اُسکا یهي طرز عمل هے - مدت تک فرانس کا سامنا جرمني سے رکها - اب اُس کي تباهي کے بعد اتّلي کو کهڑا کر دیا هے - فیشیسزم نے اتّلي کو دیوانه بنا دیا هے اور وه ناعاقبت اندیشانه انگلستان کا چیلا بن گیا هے -

اتّلي پر افسوں پهونک چکنے کے بعد انگلستان نے هنگري ' رومانیا ' بلغاریا ' یونان ' اسپین ' لیتهونیا ' استهونیا ' اور فنلینڈ کو بهي ملا لیا - صرف پولینڈ ابتک فرانس کے زیر اثر تها مگر آج کل سر آسٹن چمبرلین اُسے بهي مسحور کر رهے هیں ' اور با خبر لوگوں کو یقین هے که امروز فردا میں پولینڈ بهي انگریزي جال میں پهنس جائیگا -

اِس صورت حال نے فرانس کو سخت بد حواس کر ڈالا هے - فرانسیسي مدبر اور اخبار بري طرح انگلستان کو گالیاں دے رهے هیں - اُنهیں صاف نظر آ رها هے که بحر متوسط میں انگلستان اُن کي قوت کس طرح مفلوج کر رها هے اور اتّلي کو آگے بڑهاکر اُنکي قومي هستي کے لیے سخت خطرے پیدا کر دیے هیں -

اخبار " طان " نے اِس هفته ایک افتتاحیه شایع کیا هے اور اُس میں انگلستان پر بهت لے دے کي هے - وه لکهتا هے :

" برطانیا یقین کرتا هے که اِس وقت دنیا کے امن اور جنگ ' دونوں کي کنجیاں اُسي اکیلے کے هاتهه میں هیں - اُس نے خفیه معاهدوں کي قدیم سنت پهر زنده کي هے اور پورے یورپ میں سازشوں کا جال پهیلا دیا هے - اِس وقت فرانس کو پس پشت ڈال کر اُسکا اعتقاد اتّلي پر هے - اتّلي کي رضامندي وه هر قیمت پر خرید رها هے - لیکن یه قیمت وه اپني جیب سے ادا نهیں کرتا ' بلکه دوسروں کي جیب پر سودا کرتا هے - سان ریمو کانفرنس سے پہلے هي انگلستان نے اتّلي کو ایشیاءِ کوچک کا ایک وسیع علاقه رشوت میں پیش کیا تها - لیکن ترکي کي قوت نے اتّلي کے حوصلے پست کردیے - پهر جنیوا کانفرنس سے پہلے اُس نے اتّلي کو فرانس کے برابر بحري قوت رکهنے کا حق دے دیا - پهر لندن کانفرنس سے پہلے اتّلي کو ٹیرول کا معاوضه اور تجارتي مراعات دیکر اپنا کرلیا تها - سنه ۱۹۲۴ - کے ختم هونے سے پہلے هي گوبلینڈ کا علاقه اتّلي کو دیدیا گیا - اکتوبر سنه ۱۹۲۵ - میں لوکارنو کا معاهده هوا - اِس میں اتّلي کو فرانس سے بالا ترجگهه دي گئي - ۵ دسمبر سنه ۲۵ - کو اتّالین طرابلس میں کفره اور جغبوب ' سنوسیوں کے متبرک شهر بهي شامل کردیے گئے - ابهي پورا مهینه بهي گزرنے نه پایا تها که ۲۹ دسمبر کو افریقا اور ایشیا میں اتّالین مطالبات پر " دوستانه غور " کیا گیا - اِس کے ایک مهینه بعد ۲۷ - جنوري سنه ۲۶ کو اتّلي کے جنگي قرضه میں سے ایک بهت بڑي رقم معاف کردي گئي - ۱۶ اپریل سنه ۲۶ کو اتّالین علاقه اریٹرا اور بهي زیاده وسیع کر دیا گیا اور حبش کي بانٹ میں اتّلي کا ساجها بهي تسلیم کرلیا گیا - پهر ۷ - اگست میں اتّلي اور اسپین کے ما بین معاهده کرایا گیا اور انگریزي مدبروں نے اعلان کیا که یه معاهده بحر متوسط میں سیاسي توازن کي بهترین ضمانت اور فرانس کي گردن دبانے کا عمده ذریعه هے - پهر ۲۰ دسمبر سنه ۲۶ کو جب که اتّلي اور فرانس کے تعلقات نهایت کشیده تهے ' جرمني اور اتّلي میں معاهده پر دستخط ثبت کرا دیے گئے - یه معاهده در حقیقت هجومي دفاعي معاهده هے اور اِس نے فرانس کي سلامتي کے لیے شدید خطره پیدا کر دیا هے - اِسکے ایک مهینه بعد ۲۰ - جنوري سنه ۲۷ - کو بحر احمر کے عربي سواحل کي تقسیم هوئي اور اتّلي نے جو کچهه مانگا ' انگلستان نے بخوشي دیدیا "

" اتّلي کي یه خوشامد ' محض موسولیني کي سیاه آنکهوں کے لیے نهیں هے - در اصل انگلستان اُسے فرانس کے سر پر اُسي طرح سوار کرنے کي فکر میں هے ' جس طرح اب سے پہلے جرمني کو مدتوں سوار رکهه چکا هے - انگلستان نے یورپ کي تقریباً تمام چهوٹي بڑي سلطنتوں کو پهسلا کر اپنے هاتهه میں لے لیا فرانس کو چهوت بنا کر الگ کردیا هے ... "

اِس ایک اقتباس هي سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات کي موجوده نوعیت معلوم کر لي جاسکتي هے اور اندازه هو سکتا هے که اِس وقت یورپ کي سیاست کس طرف جا رهي هے ؟

یہ بات نہیں ہے کہ انگلستان کی نیش زنی کے مقابلہ میں فرانس خالی بیٹھا شکوے شکایت ہی کر رہا ہو - اِس سیاسی جنگ میں وہ بھی اپنی تمام قوت و قابلیت صرف کر رہا ہے - بلاشبہ اِس وقت یورپ میں اُسے بڑی حد تک شکست اٹھانی پڑی ہے - لیکن اُسنے اِس شکست کا بدلہ انگلستان سے مشرق قریب و بعید میں لے لیا ہے - ترکی کی طرفداری کرکے اُس نے برطانیا کو سخت نقصان پہنچایا ہے - اور اب چین میں بھی برطانیا سے مختلف روش اختیار کرکے اُسے ایسی زک دی ہے کہ مدتوں نہ بھولے گا -

مسیو بریاں وزیر خارجیہ نے حال ہی میں مسئلۂ چین پر ایک طویل تقریر کی ہے - اُن کے یہ الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں :

" چین کا مسئلہ اِس وقت دنیا کا سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے اور اُس نے " بعض " سلطنتوں کو بری طرح بد حواس کر ڈالا ہے - مگر اِس بارے میں فرانس نے ایک بالکل صاف اور ٹھوس مسلک قرار دے لیا ہے - وہ مسلک یہ ہے کہ ہم چینی انقلاب کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرینگے - چینی قوم پرست اچھی طرح دیکھ چکے ہیں کہ فرانس اُن کا کیسا قدردان اور مداح ہے - یہی وجہ ہے کہ فرانس کے جملہ حقوق چین میں بالکل محفوظ ہیں - حالانکہ " بعض " دوسری سلطنتوں کو اپنے حقوق بچانے کے لیے فوجیں بھیجنا پڑی ہیں - ہم چین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہماری طرف سے اُس کے لیے نہ تو جنگ کا خطرہ ہے ، نہ ہم اُس کی راہ میں کوئی روڑا اٹکانا چاہتے ہیں "

(فرانس میں شاہی)

اِس وقت فرانس میں سخت اندرونی خلفشار موجود ہے - قوم تین بڑے گروہوں میں بٹ گئی ہے - ایک جماعت موجودہ جمہوری نظام کی حامی ہے اور یہی سب سے بڑی جماعت ہے - دوسری جماعت اشتراکیوں کی ہے - وہ چاہتی ہے اشتراکی نظام قائم ہو جائے - تیسری شاہ پسند ہے اور شاہی کا اُلٹا ہوا تخت پھر از سر نو بچھانا چاہتی ہے -

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ انقلاب کے بعد سے اِس وقت تک کوئی زمانہ بھی فرانس پر ایسا نہیں گذرا کہ شاہ پسند جماعت موجود نہ رہی ہو - ڈیوک دی اورلیان کا خاندان برابر تخت شاہی کا دعوے دار رہا - آجکل شاہ پسندوں میں پھر حرکت پیدا ہوئی ہے اور اُنہوں نے بڑی سرگرمی سے اپنی دعایۃ شروع کردی ہے - گزشتہ ہفتہ کونٹ دی بلوا نے اخبارات میں ایک پر زور مضمون شایع کیا ہے اور اُس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بالشویک خطرے کے استیصال اور یورپ کی تمام مشکلات کے حل کی حقیقی صورت یہی ہے کہ فرانس کی موجودہ جمہوریت توڑ دی جائے اور شاہی حکومت قائم ہو - کونٹ نے تخت شاہی کیلیے ڈیوک دی گیز کا نام بھی پیش کیا ہے جو قدیم خاندان شاہی کا ایک بڑا رکن اور فی الحال بادشاہی کا دعویدار ہے -

(عورتوں کی فوجی بھرتی)

فرانسیسی حکومت بہت بڑے پیمانہ پر جنگی طیاریاں کر رہی ہے - حال میں اُسنے ایک مسودۂ قانون پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا ہے - اِس سے مقصود فرانسیسی عورتوں کو فوجی خدمت پر مجبور کرنا ہے - اِس تجویز نے تمام ملک میں بےچینی پیدا کردی ہے - عورتوں میں ناراضی عام ہے اور مردوں کی بھی بہت سی انجمنیں برہمی کا اظہار کر رہی ہیں -

عورتوں کی انجمن نے اِس تجویز پر دو اہم اعتراض کیے ہیں : ایک یہ کہ اِس معاملہ پر غور کرتے وقت عورتوں سے رائے نہیں لی گئی - دوسرے یہ کہ فرانسیسی عورت ابتک اپنے سیاسی حقوق سے محروم ہے - چنانچہ اُسے مجلس حکومت ، بلدیہ ، اور مجلس ضلع وغیرہ نمائیندہ مجلسوں میں انتخاب کا حق نہیں دیا گیا ہے -

عورتوں کی مشہور زعیم میڈم میزم نے اخبارات میں احتجاجی مضمون شایع کیا ہے - وہ لکھتی ہے :

فرانسیسی عورت ، وطن مقدس کی خدمت سے جی نہیں چراتی - لیکن جبکہ اُسے مردوں کے برابر حقوق دینے سے انکار کیا جاتا ہے تو اُس پر مردوں سے زیادہ بوجھ ڈالنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے ؟ فرانسیسی عورت اگر اور کوئی خدمت انجام نہ بھی دے ، جب بھی اُسکی یہ خدمت کیا کم ہے کہ وہ وطن کے لیے مجاہد پیدا کرتی ہے ؟ اُسکی یہی ایک خدمت اور اِس خدمت کی شدید تکلیفیں اُسے مردوں کے ہم پلہ کر دیتی ہیں - پھر فوجی خدمت کا ایک نیا بوجھ اُسکے سر پر ڈال کر اُسکے مصائب میں کیوں اضافہ کیا جاتا ہے ؟"

نیز یہی خاتون لکھتی ہے :

" عورتوں سے فوجی خدمت لیکر حکومت فرانس ، ملک کو ساری دنیا میں بدنام کرنا چاہتی ہے - اِس وقت جبکہ تمام سلطنتیں جنگی طیاریاں کم کرنے پر غور کر رہی ہیں ، ہماری حکومت ایک نئی طیاری کا اضافہ کرنے پر تلی ہوئی ہے - حکومت کی یہ تجویز لندن اور ہیگ کے معاہدوں کے بالکل خلاف ہے - ہم ہرگز قبول نہیں کر سکتے کہ ہمارا ملک فوجی چھاؤنی بن جائے "

(عورتوں کے سیاسی حقوق)

حکومت فرانس کی اِس تجویز نے عورتوں میں اپنے حقوق حاصل کرنے کا ایک نیا ولولہ پیدا کردیا ہے - اُنہوں نے باضابطہ کوشش شروع کردی ہے - تمام سیاسی پارٹیوں سے اُنہوں نے درخواست کی ہے کہ حق انتخاب ہمیں بھی دیا جائے ، ورنہ ہم تمام ملک میں شورش برپا کر دینگے -

فرانس کی عورتوں کا سب سے بڑا استدلال دوسرے ملکوں کی حالت سے ہے - وہ کہتی ہیں ، دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں عورتوں کو حق انتخاب حاصل ہو گیا ہے - پھر ایک اکیلے فرانس کی عورتیں اُس سے کیوں محروم ہیں ؟ حالانکہ سب سے پہلے فرانس ہی نے جمہوریت کا علم بلند کیا تھا -

عورتوں کی یہ حجت قوی ہے - کیونکہ واقعی اکثر متمدن ملکوں میں عورتوں کو انتخاب میں شرکت کا حق حاصل ہو گیا ہے - چنانچہ ڈنمارک میں یہ حق سنہ ۱۹۱۵ع میں حاصل ہوا - روس میں سنہ ۱۹۱۷- میں - پولینڈ ، یوکرین ، استھونیا ، لتھونیا ، ایرلینڈ اور برطانیا میں سنہ ۱۹۱۸- میں - برطانوی قانون کے الفاظ یہ ہیں " تمام سیاسی حقوق ہر اُس عورت کو حاصل ہیں جو تیس سال کی عمر رکھتی ہے ، شادی شدہ ہے ، یا اپنے نام سے کرایۂ مکان ادا کرتی ہے ، یا یونیورسٹی کی سند رکھتی ہے " سویڈن ، ناروے ، آسٹریا ، زیکوسلاویا ، ہنگری ، اور جرمنی کی عورتوں کو یہ حق سنہ ۱۹۱۹- میں حاصل ہوا - اہل بلجیم ، ٹرنسوال ، آسٹریلیا ، نیوزی لینڈ ، اور ولایات متحدہ امریکا کو سنہ ۱۹۲۰ع میں -

ظاہر ہے اِس صورت میں فرانس کی عورتیں اپنی محرومی پر کیونکر صبر کر سکتی ہیں ؟

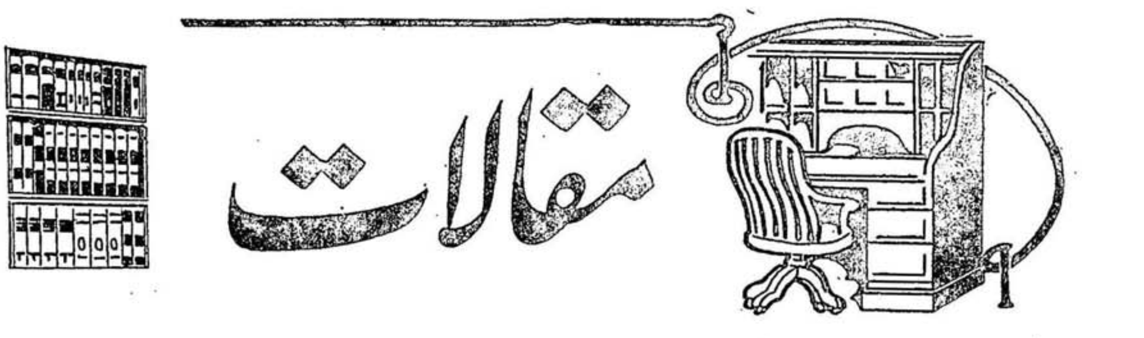

قانون کی تنقید اور قانون کی توھین

تاریخ قوانین مدنیۃ کا ایک صفحہ

وکٹر ھیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۲)

" یہ ایک منحوس قانون ھے یہ قانون ' دنیا کے سامنے ایسے مناظر پیش کرتا ھے جو ادب و حیا سے بالکل خالي ھیں - انسانیت ' شرم و ندامت سے اپنا منھہ چھپا لیتي ھے - خطرناک مناظر ! وحشیانہ مناظر ! یہ قانون ' انسانیت کو وحشت کي طرف واپس لے جانا چاھتا ھے - اُس کي قربانیاں کتنني ھي کم ھوں ' مگر حد سے زیادہ خوفناک ھوتي ھیں ! اُس کے نتائج کتنے ھي ھولناک ھوں ' مگر وہ انسانوں کو نکتہ چیني کي اجازت دینا نہیں چاھتا - اگر کوئي حساس ضمیر رکھنے والا نکتہ چیني کي جرأت کرتا ھے ' تو اُس کي جرأت " قانون کي توھین " خیال کي جاتي ھے - اور وہ عدالت کے اندر مجرموں کے کٹھرے میں کھڑا کیا جاتا ھے !

" پھر اِس کے بعد ؟ جرمانہ ! اِس کے بعد ؟ قید خانہ !

" اگر یہي ھے تو آئیے ' ھم پارلیمنٹ بند کردیں - مدرسے بند کردیں - اب ترقي و تمدن کے لیے کوئي گنجائش باقي نہیں رھي - آئیے ' اب ھم اپنے آپ کو " تاتار " اور " تبتي " کہیں - اب ھم متمدن قوم باقي نہیں رھے -

" ھاں اب ھمارے لیے یہي اولی ھے کہ اپنے آپ کو نیم وحشي یا خالص وحشي قوم کہیں - اگر دنیا میں کبھي فرانس نامي کوئي ملک موجود تھا ' تو اب وہ موجود نہیں رھا - تم نے فرانس کو بدل ڈالا ھے - بلا شبہ فرانس ' شاہ پسند نہیں ھے - لیکن میں دعوے سے کہتا ھوں کہ وہ جمہوري بھي نہیں ھے - اب وہ اِن دونوں کے سوا کچھہ اور ھوگیا ھے ! (قہقہہ)

جج — میں دوبارہ تنبیہ پر مجبور ھوں - میں خاموشي کي درخواست کرتا ھوں ' ورنہ ایوان کے خالي کردینے کا حکم دوں گا -

وکٹر ھیگو — (تقریر جاري رکھتے ھوئے) آئیے ھم واقعات پر غور کریں - الزام کو حقائق پر منطبق کریں -

" محترم جج اور جیوري ! ایک وقت اسپین میں محاکم تفتیش تھے ' اور وھي " قانون " تھے ... بہت خوب - لیکن مجھے یہ کہنے دیجیے کہ جو ھولناک سزائیں یہ محاکم تفتیش دیا کرتے تھے ' اُن سزاؤں کا احترام ' قانون کا احترام نہیں تھا - ایک زمانہ میں ھاتھہ کاٹنا قانون تھا ' لیکن ھاتھہ کٹنے کي کبھي تعظیم نہیں کي گئي - ایک زمانہ میں آگ سے داغنا ' قانون تھا ' مگر اِس فعل کي تقدیس کبھي قانون نہ تھي - اب آج ھمارے زمانے میں گلوٹین ' قانون ھے ... بہت خوب ... میں دعوے سے اِس حقیقت کا اعلان کرتا ھوں کہ اگرچہ آج گلوٹین قانون ھے ' مگر خود گلوٹین کي کبھي تعظیم نہیں کي گئي اور نہ اس وقت کي جا رھي ھے - میرے آقا ' سرکاري وکیل ! یہ کیونکر ؟ میں ابھي آپ کو اِس سوال کا جواب دیے دیتا ھوں -

" میں کہتا ھوں اس ملک کے باشندے گلوٹین کو بھي نفرت و کراھیت کے اُسي گڑھے میں پھینک دینا چاھتے ھیں ' جس میں اب سے پہلے ساري جہان کي تحسین و آفریں کے غلغلہ کے ساتھہ ' آگ سے داغنے ' ھاتھہ کاٹنے ' اور محاکم تفتیش کي سزاؤں کو ابد الاباد تک کے لیے پھینک چکے ھیں -

" باشندے چاھتے ھیں ' عدالت کے بلند اور مقدس چبوترے پر سے اِس سڑے ھوئے منحوس قانون کي لاش اٹھا پھینکیں - کیونکہ یہ عدل و انصاف کے نوراني چہرے کو اپني تعفن اور ظلمت سے بگاڑ رھا ھے .... آہ ... جلاد کا منحوس چہرہ .... !

" چونکہ ھم یہ انساني فرض ادا کرنا چاھتے ھیں اِس لیے ھم پر شورش پھیلانے کا الزام لگایا جاتا ھے -

" ھاں بے شک ھم نہایت خطرناک لوگ ھیں - حد سے زیادہ خوفناک لوگ ! کیوں ؟ اس لیے کہ ھم گلوٹین کي منسوخي چاھتے ھیں ... ! اس سے بھي بڑہ کر کوئي جرم دنیا میں موجود ھے ؟

اخبار .... اِل کے محرر پر الزام ھے کہ اُسنے قانون کا احترام نہیں کیا - حضرات ! تھوڑي دیر کے لیے ھم اِس قانون کي عبارت میں ' بحث سے الگ ھو جائیں ' اور پورے خشوع و خضوع کے ساتھہ اُس قانون کے سامنے کھڑے ھوں جو ھر قانون کي بنیاد ھے - انساني ضمیر کے سامنے ' جو ھر سینے میں محفوظ ھے !

جب " سروِن " نے ' جو اپنے عہد میں سرکاري وکیل تھا ' یہ کہا تھا کہ " ھمارے تعزیري قوانین ' الزام کے دروازے کھولتے مگر ملزم کیلیے بند کرتے ھیں " تو کیا اُس نے یہ کہہ کر قانون کي توھین کي تھي ؟

" جب والٹیر نے اپنے زمانے کے ججوں کي نسبت کہا تھا " ... اِن ججوں کا ذکر نہ کرو - اِن میں سے آدھے بندر ھیں اور آدھے چیتے " (قہقہہ) تو کیا اُس نے قانون کي توھین کي تھي ؟

" جب " رویر کولر " نے ایک قانون کے متعلق خود پارلیمنٹ میں گلا پھاڑ کر کہا تھا " اگر تم یہ قانون بناتے ھو تو میں قسم کھا کر کہتا ھوں کہ میں اِسے توڑ دونگا " تو کیا یہ کہہ کر اُس نے قانون کي توھین کي تھي ؟

" يه تمام مقنن ' يه تمام فلاسفه ' يه تمام شرفاء ' جنهوں نے اِس طرح كي باتيں كهيں ' كيا قانون كي توهين كرنے والے تھے ؟ وه قانون جو هميشه وقتي اور مقامي هوتا هے ؟ ميں نهيں جانتا ' سركاري وكيل كا جواب كيا هوگا ؟ ممكن هے وه كهے " هاں توهين كرنے والے تھے " ليكن ميں ؟ تو ميں يهي كهونگا كه يه لوگ ' بازگشت تھے اُس قانون كي ' جس سے بڑا كوئي قانون كبھي موجود نهيں هوا ' يعني " انساني ضمير " كي بازگشت - كيا اِن لوگوں نے اپنے وقت كي عدالت كو بے حرمت كيا ' وه عدالت جو تغير پذير اور غير معصوم هے ؟ هرگز نهيں - وه تو ابدي عدالت كے طلب گار تھے !

" حضرات ! قانون كي نكته چيني كا حق ' سخت سے سخت نكته چيني كا حق ' خصوصاً تعزيري قوانين كي نكته چيني كا حق ' وه قوانين جو همارے اخلاق ميں وحشت كي تخم ريزي كرتے هيں ' همارا مقدس فرض هے - اِصلاح کے فرض کے پہلو ميں يه فرض ايک نور هے جو هميں صراط مستقيم دكهاتا هے - يه حق جس طرح مقنن كو حاصل هے ' اُسي طرح انشاء پرداز كو بھي حاصل هے - يه حق ازلي اور ابدي هے - آپ اِس كا ضرور اعتراف كرينگے اور ملزموں كو يقيناً بري كر دينگے -

" ليكن سركاري وكيل كهتا هے (اور يه اُسكي دوسري دليل هے) كه اخبار كي، نكته چيني ' ضرورت سے زياده تھي - سخت تھي - ليكن اے حضرات ! ذرا قريب سے معاملے پر نظر ڈالیے - ذرا اِس نام نهاد جرم كو غور سے ديكھيے ! اخبار كا يه هولناک گناه روز روشن ميں ديكھيے !

" كيا ؟ ... ايک شخص ... اُسے موت كا فتوى سنا ديا گيا ... بدنصيب آدمي ! ... ايک دن نور کے تڑکے اُسے ميدان عام ميں كھينچ لے گئے ... گلوٹين ... مهيب گلوٹين ' اُسنے اپني آنكھوں سے قائم ديكھي ... پھر ؟ ... اُس كے خون نے جوش مارا ... اُس نے مقاومت كرني چاهي ... اُس نے مرنے سے اِنكار كيا ... آه ! يا الهي ! ميں خوب جانتا هوں - مجھسے فوراً كها جائيگا " وه قاتل تھا " ليكن ٹھهرو .... سنو ' سنو ... اُسے دو جلادوں نے اُٹھا ليا - اُس كے دونوں هاتھ بندھے تھے - اُس كے دونوں پاؤں بھي بندھے تھے - ليكن اُس نے جد و جهد كي - اُس نے اپنے دونوں بندھے هوئے پاؤں ' گلوٹين ميں ڈال ديے - پھنسا دیے - اُسنے گلوٹين كے خلاف ' خود گلوٹين كو استعمال كيا - جد و جهد جاري رهي - قوم نے يه منظر مشاهده كيا تو اُس پر خوف چھا گيا - جلادوں نے سخت محنت كي - ايڑي سے چوٹي تک كا زور لگا ديا - اُنكي جد و جهد وحشيانه تھي ' سنگ دلانه تھي - اُن كي پيشاني عرق آلود اور شرم سے تاريک هو رهي تھي - اُن كا رنگ فق هو رها تها - وه تھكن سے هانپ رهے تھے - مايوس تھے - ميں نهيں كه سكتا ' كس خوفناک خيال نے اُنهيں مايوس كر ديا تھا ؟

بے شک قوت قانون كے هاتھ رهني چاهیے - يه مسلم هے - يه اصل الاصول هے - ليكن ؟ ليكن يه كه بد نصيب قيدي ' گلوٹين سے لپٹ گيا تھا - رو رو كر معافي كي التجائيں كر رها تھا - مگر ؟ مگر يه كه اُس كے كپڑے اتار ڈالے گئے - اُس كا جسم ننگا كر ديا گيا - اُس كے شانوں پر سے خون كے فوارے اڑنے لگے ... مگر اُس كي جد و جهد جاري رهي - آخر پون گھنٹے كے بعد - هاں پون گھنٹے كے بعد (يهاں پر سركاري وكيل نے هاتھ كے اشارے سے وقت كي تحديد كو غلط بتايا - وكٹر هيگو نے تقرير جاري ركھتے هوئے كها :) سركاري وكيل هم سے لمحوں كا حساب مانگتا هے - پون گھنٹه نه سهي ٣٥ - منٹ - جناب ٣٥ منٹ - اب تو آپ كو كوئي شكايت باقي نهيں ؟ هاں ' ٣٥ منٹ كي خوفناک كشمكش كے بعد ... اُس منظر سے ' جس كا كوئي نام نهيں ... اُس عذاب سے — تمام آدميوں كا عذاب — آپ اچھي طرح سنتے هيں ؟ ... پوري قوم كے عذاب سے - گلوٹين كے عذاب سے - اِس وحشيانه عذاب سے ' جس كي مدت ' پوري ايک صدي سے بھي زياده طويل هوگئي تھي ' بد قسمت قيدي كو رهائي دي گئي اور وه قيد خانے پهنچا ديا گيا - اُس وقت قوم نے اطمينان كي سانس لي - اُس وقت قوم نے — اُس قوم نے جس كے پاس اب تک انسانيت كا كچھ بقايا هے — اُس قوم نے جو رحم دل هے ' كيونكه وه محسوس كرتي هے كه وه خودمختار اور حاكم هے — هاں اُس قوم نے خيال كيا كه قيدي كي گلو خلاصي هوگئي -

" ليكن نهيں ' گلو خلاصي ؟ هرگز نهيں ! بلا شبه گلوٹين كو اُس وقت شكست هوئي - ليكن وه بدستور سر بلند كھڑي رهي !

اُسي وقت نهيں ' وه هر روز سر بلند كھڑي هے - تمام انسانوں كي آنكھوں كے سامنے ' اُن كي مرضي كے خلاف ' كھڑي هے !

" پھر كيا هوا ؟ شام كو جلاد ' قيدي پر ٹوٹ پڑے - اُسے رسيوں اور زنجيروں سے اس طرح باندھا كه ايک بے حس و حركت لاش بن گيا - اندھيرے ميں اُسے ميدان ميں لوٹا لائے - وه اب بھي چلاتا تھا - روتا تھا - خدا كو پكارتا تھا - اپنے ماں باپ كو پكارتا تھا - زندگي كي دعائيں مانگتا تھا - مگر ؟ مگر اُس كا منھ بند كر ديا گيا - اُسے گلوٹين پر چڑھا ديا گيا - آه ... اِس كے بعد ؟ ايک خونچكاں سر ' زمين پر پڑا تھا ! اُس وقت انسانيت ' فرط تأثر سے تھرا اٹھي - قوم كے بدن ميں رعشه پڑ گيا - كيونكه قانون كے نام پر كبھي كوئي قتل ' اِس قتل سے زياده مكروه اور كمينه نهيں هوا تھا - اُس وقت هر انسان نے عميق تأثر كے ساتھ محسوس كيا كه وحشت و بربريت نے انسانيت كي پوري توهين اور نيكي كي پوري تذليل كي هے !

" عين اُس وقت ايک مرد خدا ' ايک نوجوان ' اپنے دل كي گهرائيوں سے چلا اٹھا - يه چيخ اُس كي روح كي چيخ تھي - شفقت كي چيخ ' رنج و الم كي چيخ ' رعب و هيبت كي چيخ - وه چيخ جو انسانيت نے بے چين هوكر بلند كي تھي - ليكن يه چيخ تمهاري نظر ميں جرم هے ' اور تم اُس پر سزا دينے كي طيارياں كر رهے هو !

" يه تمام واقعات سنكر ' يه تمام جاں گسل تفصيلات سن كر اے حضرات ! آپ بادب گلوٹين سے كهينگے " تو حق پر هے " اور تيوري چڑھا كر رحم سے ' مقدس رحم سے كهينگے " تو مجرم هے " !

" ليكن نهيں اے حضرات ! يه نا ممكن هے - ميں كهتا هوں نا ممكن هے -

" محترم سركاري وكيل ! ميں بغير كسي تلخي كے كهتا هوں كه تم كسي حق كي مدافعت نهيں كر رهے هو - تم غلطي پر هو - تم مدنيت كي روح سے بر سر پيكار هو - تم ترقي كے اخلاق سے دست بگريباں هو - قلب انساني تمهارا دشمن هے - ضمير انساني تمهارا حريف هے - وه تمام اصول و مبادي تمهارے مقابلے ميں صف بسته هيں جن كے سايه ميں ساٹھ برس سے فرانس ترقي كر رها هے - جنهوں نے دنيا كو وحشت سے نكال كر متمدن دنيا بنا ديا هے - ان تمام اصول و مبادي كا لب لباب اور نچوڑ يه هے كه : انساني زندگي كي حرمت غير تعليم يافته طبقه پر برادرانه شفقت - مذهب

شخصی آزادی

مختلف سیاسی مذاهب کی نظر میں

حال میں مندرجه صدر موضوع " الحریة الشخصیه " پر ایک نہایت مفید اور دلچسپ مجموعۂ مقالات مصر میں شائع هوا ھے جس کے مقاله نگاروں نے کوشش کی ھے که اس باب میں جس قدر مختلف نقطه هاے نظر اور سیاسی مذاهب موجود هیں ' اُنہیں صحت بیان کے ساتھه واضح کر دیا جاے - " شخصی آزادی " کے باب میں اگرچه بے شمار افکار و آراء موجود هیں ' لیکن اهم اور اصولی مذاهب تین هیں :

(۱) " مذهب تقئید علی الاطلاق " یعنی وہ مذهب جو کامل شاهیت اور شاهی استبداد کے اعتراف کا نتیجه ھے ' اور جو کہتا ھے که کسی فرد واحد کو اپنے مالکوں اور آقاؤں کے خلاف مطالبۂ آزادی کا حق هی نہیں ھے -

(۲) " مذهب استقلال مقید و مشروط " جو اسوقت عملاً تمام اُن ممالک کی هئیت اجتماعیه کا مذهب ھے ' جو دستوری یا جمہوری حکومت کے طریقوں پر عامل هوچکے هیں - اس مذهب کے معتقدین شخصی آزادی کا مطالبه هر فرد کا فطری حق قرار دیتے هیں ' مگر ساتھه هی جماعت ' قوم ' اور نظم کے مشترک مقاصد کی بالا تری بھی تسلیم کرتے هیں - ان کے اعتقاد میں هر فرد کو آزاد هونا چاهیے ' لیکن اُسی حد تک ' جس حد تک جماعت ' قوم ' اور حاکمانه نظام کا مزاج موافقت کرے -

(۳) " مذهب استقلال فردی علی الاطلاق " جو فرد کے حقوق آزادی کو اصل قرار دیکر هیئت اجتماعیه کا تمام نظام اُس کے مطابق رکھنا چاهتا ھے - اس کے معتقدین اُن تمام قیود اور شرائط کے اعتراف سے انکار کرتے هیں جو کسی حال میں بھی فرد کی انفرادی آزادی کے خلاف هوں -

پہلا مذهب یکقلم متروک و مهجور سمجھا جاتا تھا ' لیکن اٹلی نے فیشی سیزم نے پھر اُسے زندہ کر دیا ھے -

هم اس مجموعه سے پہلے ایک مقاله دوسرے مذهب کی تائید مین (جو وقت کا عام اور معمول به مذهب ھے) حذف و اضافه کے بعد نقل کرتے هیں - اُس کے بعد تیسرے مذهب کے مزید افکار و مباحث نقل کرینگے تاکه قارئین الهـــلال اس اهم موضوع کے تمام اطراف پر نظر ڈال سکیں -

---

شخصی آزادی کے معنے کیا هیں ؟ لوگوں کو اِس کے شرح و بیان میں سخت ٹھوکریں لگی هیں - شخصی آزادی کا مفہوم عام طور پر یه سمجھه لیا گیا ھے که هر فرد اپنی هر طلب بے روک ٹوک پوری کرسکے - اِس غلط فہمی کا بڑا سبب ' حکام کا طرز عمل ھے - مطلق العنانی اور ذاتی مفاد کے مقابلے میں رعایا کے فوائد سے بے پروائی ؛ اُنھوں نے اپنا شعار بنا لیا - اِس غلو کا نتیجه یه نکلا که محکوموں میں بھی غلو پیدا هوگیا - انتہائی استبداد کے مقابلے میں انتہائی آزادی کا مطالبه شروع هوا - اور اِس طرح شخصی آزادی کا صحیح مفہوم بدل گیا -

اِس غلو نے بالاخر یه اصول پیدا کیا که " حکومت اور آزادی یک جا جمع نہیں هو سکتی " اِس اصول کے ماننے والوں کا استدلال یه ھے که حکومت سے مقصود ملک میں ایسے حاکم اعلیٰ کا وجود ھے ' جسکی اطاعت تمام افراد کے لیے ضروری هو - وہ قانون بنائے ' قانون کی پابندی پر مجبور کرے ' مخالفوں کو سزائیں دے ' محصول لگائے ' رعایا کی مرضی کے خلاف اعلان جنگ کردے ' اور قتل و خونریزی کا بازار گرم هوجائے - وہ کہتے هیں ' اِس صورت میں کسی فرد کی بھی شخصی آزادی محفوظ نہیں رہ سکتی -

(مذهب استقلال فردی)

اِس اصول کے قائل هر قسم کی حکومت کے خلاف هیں - اُنکے خیال میں حکومت کی موجودگی افراد کو اُنکی کامل آزادی سے محروم کر دیتی ھے - وہ کہتے هیں ' هر فرد کو اپنی خواهشیں

اصلاح جو مذهب انتقام کی جگه قائم هوگیا ھے - تمهاری دشمن هر وہ چیز ھے جو عقل کو روشنی بخشتی ھے - هر وہ چیز جو روح کو اُبھارتی ھے : یعنی دین اور فلسفه - ایک طرف سے (حضرت) مسیح (علیه السلام) اور دوسری طرف سے والٹیر !

" حضرات ! اب میں اپنا بیان ختم کرنا چاهتا هوں - اے میرے فرزند ! میری آنکھه کے نور ! میرے جگر کے ٹکڑے ! هاں اے میری جان ! میں تجھی کو مخاطب کرتا هوں - تجھی کو جو مجرموں کے کٹھرے میں کھڑا ھے ! آج تو شرافت و عزت کی ایک عظیم منزل طے کر رها ھے - خدا نے تجھے محبت کی نظر سے دیکھا اور اِس لائق بنایا که تو حق کیلیے جنگ کرے - مقدس حق کے لیے غم کھائے - تو آج اُس منزل میں قدم رکھه رها ھے ' جو همارے زمانے میں حقیقی مردانگی کی منزل ھے - یعنی عدل و انصاف کیلیے جنگ - حقیقت کیلیے جنگ - عظیم بن جا ! بلند هوجا ! تو کیا ھے ؟ عقل انسانی اور حقیقی جمہوریت کا ایک معمولی سپاهی ! تو آج اُس جگه بیٹھا ھے جس پر تجھسے پہلے " برانجیه " بیٹھه چکا ھے - تو " لامونیه " کی کرسی پر بیٹھا ھے - اپنے عقائد میں کمزور نه هو - یه تجھسے میرے آخری لفظ هیں - یه میری وصیت ھے ' بشرطیکه تجھے وصیت کی ضرورت هو - غور کر ' تو اِس وقت " لزارک " کی جگه بیٹھا ھے - آہ میری مسرت ! میرے لڑکے کو کیسی عزت ملی ھے ! ...

" میں کہه چکا ... "

پوري کرنے میں کامل آزادي حاصل هوني چاهیے - کسي کو بهي أسکي راه مین رکاوٹ ڈالنے کا حق نهیں هے - یه آزادي در حقیقت مذهب استقلال فردي یا مذهب عقد اجتماعي (سوشل کنٹریکٹ) کے ماننے والوں کي آزادي هے - اِن لوگوں کا دعوی هے که حکومت کے وجود سے پہلے افراد کو کامل آزادي میسر تهي - پهر اُنهوں نے حاکم اعلی کو اپني آزادي کا کچهه حصه اِس شرط پر دیدیا که وه اِس کے معارضه میں اُنکے حقوق کي حفاظت و حمایت کرے - یه خیال در اصل سترهویں اور اٹهارویں صدي کے بادشاهوں کے قهر و استبداد کي وجه سے پیدا هوا - سیاست اُس زمانه کے علماء نے کہا " حاکم کي قوت و اختیار' ذاتي و طبیعي نهیں هے بلکه رعایا کي بخشي هوئي هے "

غور و بحث کے بعد ظاهر هوجاتا هے که یه آزادي صرف اُسي شخص کو حاصل هوسکتي هے جس کے متعلق فرض کرلیا جائے که اُسے ایسي غیر محدود قوت و قدرت حاصل هوگئي هے جس کے ذریعه وه اپني هر خواهش بے روک ٹوک پوري کرسکتا هے - اِس آزادي کے دلداده کہتے هیں که هر فرد کو حق هے که اپني تمام خواهشیں جس وقت اور جس طرح چاهے پوري کرلے - اِس آزادي کا تصور ایسي حالت میں هرگز نهیں هوسکتا جب که ایک هي غرض کے حصول کے لیے متعدد افراد کهڑے هوں - هر شخص اُسے صرف اپنے هي لئے لینا چاهے - ظاهر هے ' ایسي صورت میں یه خیالي آزادي قائم نهیں ره سکتي - ضرور تصادم هوگا - زیاده طاقتور غالب آئیگا - کمزور مغلوب و محروم رهینگے ' اور اُن کي آزادي سلب هوجائیگي -

(مشروط آزادي)

فرد کو زیاده سے زیاده اِتني آزادي مل سکتي هے که وه اپنے تمام افعال میں آزاد هو جب تک که دوسروں کي آزادي اُس کي آزادي کي وجه سے خطرے میں نه پڑے - فرانس کے اِنقلابیوں نے بهي اپنے سنه ۱۸۷۹ ع کے اعلان میں آزادي کي یهي تعریف کي تهي : " آزادي ایک قوت هے جس سے انسان اپني هر خواهش پوري کرسکتا هے بشرطیکه اُس کي خواهش دوسروں کے لیے نقصان ده نه هو " هربرٹ اسپنسر نے بهي آزادي کي تعریف یه کی هے " هر شخص آزاد هے ' جو چاهے کرے ' بشرطیکه اپنے فعل سے دوسروں کي آزادي پر دست درازي نه کرے "

یه جائز آزادي هے اور حکومت کے ساتهه جمع هوسکتي هے - بلکه بغیر حکومت کے اُسکا وجود مشکل هے - یه آزادي اُسي وقت ممکن هے جب که اُس کي پشت پناهي پر ایک حاکمانه نظام موجود هو - اِس آزادي کي اولین شرط یه هے که دوسروں کي آزادي اور حقوق پر دست درازي نه هونے پائے - لہذا ایک بالا تر قوت کا وجود لازمي هے جو هر فرد کے حقوق معین کردے ' اُن کي حفاظت و حمایت کي ذمه دار بن جائے ' اور هر قسم کي زیادتي روک سکے - پس جائز شخصي آزادي ' نظام حکومت هي کے ذریعه پائي جا سکتي هے - اِس آزادي کو سیاسی اصطلاح میں " شهري آزادي " کے نام سے پکارتے هیں -

اِس تفصیل سے ظاهر هو جاتا هے که حکومت کا اهم ترین فرض ' شخصي آزادي کي ضمانت هے - لیکن اِس بارے میں بهي علماء سیاست کا اختلاف هے - ایک گروه کا خیال هے که حکومت کا فرض صرف اِسي قدر هے که افراد کي شخصي آزادي کي دور سے حفاظت کرے مگر خود اُس میں دخل نه دے - چنانچه وه حکومت کے لیے جائز نهیں سمجهتے که افراد کے ذاتي معاملات میں کسي قسم کي بهي مداخلت کرے - اُنکے خیال میں افراد کو اپنے بچوں کي تعلیم پر مجبور کرنا ' زراعت کے خاص طریقے جاري کرنے ' کارخانوں کے لیے قواعد قرار دینا ' مزدوري کي شرح مقرر کرنا ؛ یه ' اور اِس قسم کے دوسرے کام ' حکومت کے لیے ناروا هیں - وه کہتے هیں حکومت کو صرف وه کام کرنے چاهئیں جن سے افراد کي شخصي آزادي محفوظ رهے - مثلاً اُسے فوج مرتب کرنا ' قلعے بنانا ' اور جنگي بیڑے طیار کرنے چاهئیں ' تاکه دوسري قومیں ملک کي آزادي پر حمله نه کرسکیں - اِسي طرح پولیس اور دیواني اور فوجداري عدالتیں وغیره رکهنا بهي جائز هے تاکه افراد کے حقوق محفوظ رهیں - اِس کے مقابله میں ایک دوسرا گروه حکومت پر کوئي پابندي عاید نهیں کرتا - اُس کے خیال میں حکومت کو وه تمام کام کرنے چاهئیں جنسے افراد یا جماعت کي بهلائي متصور هو -

(وطني اور آئیني آزادي)

علم سیاست میں " استقلال فردي " اور " مشروط آزادي " کے علاوه ایک قسم " وطني آزادي " کي بهي هے - اِس سے مقصود قوم کي خود مختاري هے - جب کوئي قوم اپني خود مختاري حاصل کرلیتي هے تو کہا جاتا هے ' اُسنے " وطني آزادي " پالي -

آزادي کي ایک چوتهي قسم بهي هے اور اُسے سیاست کي اصطلاح میں " دستوري آزادي " کہتے هیں - اِس سے مقصود یه هے که قوم پر ایک ایسي حکومت قائم هو جسے خود قوم هي نے منتخب کیا هو ' اور وه قوم کے سامنے ذمه دار اور جوابده هو ' جیسي که ولایات متحده امریکا ' فرانس ' اور انگلستان وغیره کي حکومتیں هیں -

(سلطنت اور حکومت)

یہاں یه جاننا بهي مناسب هے که سلطنت (اسٹیٹ) اور حکومت (گورنمنٹ) میں کیا فرق هے ؟ سلطنت سے مقصود یه هے که کسي محدود خطه میں انساني افراد کي کوئي جماعت آباد هو اور اُس پر کوئي حکمراں قوت موجود هو ' عام اِس سے که حکمراں قوت اکثریت کے هاتهه میں هو ' یا اقلیت کے هاتهه میں ' یا فرد واحد کے هاتهه میں - یه قوت باقي تمام لوگوں پر غالب و حاوي هو - لہذا سلطنت کے موجود هونے کے لیے دو چیزیں ضروري هیں : حکم اور اطاعت - جہاں کہیں حکم کرنے والي قوت اور اطاعت کرنے والي جماعت موجود هو ' کہا جائیگا که سلطنت موجود هے - یا یوں سمجهو که سلطنت ' حاکم اور محکوم کے مجموعه کا نام هے - رهي حکومت تو وه اُس شخص یا جماعت کا نام هے جسکے هاتهه میں حکمراں قوت هوتي هے -

اِس تفصیل سے واضح هوگیا که " مشروط آزادي " (اور یهي شهري آزادي هے) کي حفاظت کا ذمه حکومت کے سر هے - لیکن اگر حکومت کسي مستبد اور ظالم شخص کے هاتهه میں هوگي تو وه اپني مرضي کے مطابق افراد کي آزادي اور حقوق پر دست درازي کر سکتا هے - دستوري حکومتوں میں استبداد کا اِتنا خطره نهیں هے - لیکن اُن میں بهي شخصي آزادي کي ضمانت یکساں نهیں هوتي - اِس ضمانت کا تعلق براه راست ' دستور حکومت سے هوتا هے - جن ملکوں کا دستور حکومت زیاده مستحکم هوتا اور مشکل سے بدلا جا سکتا هے ' وهاں شخصي آزادي سب سے زیاده محفوظ رهتي هے - یه اِس لیے که اگر دستور حکومت آساني سے بدلا جاسکتا هے تو شخصي آزادي پر بهي آساني کے ساتهه دست درازي کي جا سکتي هے -

سب سے زیادہ مشکل تبدیلی امریکا کے دستور حکومت کی ہے - اِس تبدیلی کے لیے ضروری ہے کہ ملک کی دو ثلث آبادی کی منظوری لی جائے - یعنی مجلس حکومت کے دو ثلث ممبروں کی رضامندی ضروری ہے - لیکن دوسرے ممالک مثلاً انگلستان میں دستور کی تبدیلی اِتنی مشکل نہیں ہے - وہاں پارلیمینٹ کو اختیار ہے' جب چاہے' تھوڑی سی اکثریت پیدا کرکے بدل ڈالے -

بنا بریں امریکا کا نظام حکومت دنیا کے تمام ملکوں کے موجود نظام حکومت سے زیادہ بہتر اور شخصی آزادی کے لیے زیادہ ضمانت رکھنے والا سمجھا جاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اُس ملک میں جتنی شہری آزادی موجود ہے' اُتنی روئے زمین پر کسی دوسرے ملک میں موجود نہیں - البتہ روس کا نیا انقلاب اس سے مستثنے ہے -

(حکومت اور افراد)

حکومت کو افراد پرکس قسم کا اقتدار حاصل ہونا چاہیے ؟ اِس کے سمجھنے کے لیے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ فرد اور سلطنت یا قوم کے درمیان کیا تعلق ہے ؟

" مذہب استقلال فردی " کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ سلطنت یا قوم میں فرد' مستقل مرکزی حیثیت رکھتا ہے' اور یہ کہ تمام افراد نے باہم معاہدہ کرکے اپنے تئیں اِس شرط پر حاکم کے حوالہ کردیا ہے کہ وہ اُن کی شخصی آزادی کی حفاظت کرے اور دوسرے افراد کی دست درازیاں روکے - لہذا حکومت کا اقتدار و اختیار صرف اِسی دائرے میں محدود ہے - یعنی زیادتی کا روکنا - اٹھارویں صدی کے علماء سیاست میں اِس مذہب نے بہت مقبولیت حاصل کی تھی' مگر بعد میں عملاً متروک ہوگیا -

علماء سیاست کا ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ فرد اور سلطنت کا باہمی تعلق ایک مضبوط طبیعی تعلق ہے - یہ تعلق ویسا ہی ہے' جیسا مختلف اعضاء کا جسم سے ہوتا ہے - جس طرح ہاتھ جسم سے کٹ کر باقی نہیں رہ سکتا' اُسی طرح فرد' سلطنت یا قوم سے علحدہ ہوکر زندہ نہیں رہ سکتا - اِس گروہ کا خیال ہے کہ سلطنت اُس وقت سے موجود ہے' جب سے انسان کی جماعتی زندگی کا آغاز ہوا ہے - شروع میں جب انسان ابتدائی وحشت کی حالت میں تھا' تو اُس وقت سلطنت بھی بالکل ابتدائی حالت میں تھی - اُس زمانہ میں قبیلہ ہی سلطنت تھی - کیونکہ سلطنت کی یہ تعریف کہ " حاکم اور محکوم موجود ہوں " قبیلے پر بھی صادق آتی تھی غرضکہ اِس گروہ کا مذہب یہ ہے کہ فرد اور سلطنت میں ہرگز تفریق نہیں ہو سکتی - اِس مذہب کا نام " مذہب عضوی " ہے - اِس مذہب کے بموجب سلطنت میں زندہ جسم کی طرح لگا تار نموء ہوتا رہتا ہے - یہی دائمی نموء' نظام اجتماعی کی ترقی کا باعث حقیقی ہے -

اِس تمثیل سے مقصود یہ نہیں ہے کہ سلطنت ہر اعتبار سے زندہ جسم کے مشابہ ہے - کیونکہ سلطنت کا نموء' اضطراری اور غیر اختیاری نہیں ہے - یعنی اُس کی ترقی میں افراد کے ارادے کو دخل ہے - افراد ہی اپنے ارادے سے اُسے ترقی دیتے اور آگے بڑھاتے ہیں - برخلاف اِس کے حیوانی و نباتی اجسام کے نموء میں اختیار و ارادہ دخل نہیں رکھتا - وہ اضطراری و طبعی طور پر موجود ہوتا اور برابر جاری رہتا ہے -

اِس مذہب نے مذہب " استقلال فردی " کو کافی نقصان پہنچایا ہے - کیونکہ آخر الذکر' فرد کو سلطنت سے الگ حیثیت دیتا اور حکومت کا اقتدار و اختیار محدود کرکے سلطنت کی ترقی و تقدم روکتا ہے - برخلاف اِس کے دوسرا مذہب' افراد اور سلطنت کو ایک ہی جسم قرار دیتا ہے اور اِس طرح اُسے نفع پہنچاتا ہے - اِس مذہب کی رو سے فرد کو جماعت یا قوم کے فائدے کے لیے شخصی نقصان گوارا کر لینا چاہئے - جیسا کہ ہاتھ' سر یا دل کی حفاظت کے لئے اپنا وجود خطرہ میں ڈال دیتا ہے -

اگر افراد اِس مذہب پر ایمان لے آئیں' تو حاکم کے اُن تمام قوانین کی بخوشی اطاعت کرینگے' جن سے اگرچہ شخصی طور پر اُنھیں نقصان پہنچ سکتا ہے مگر وہ جماعت کے لئے مفید ہیں - کیونکہ وہ سمجھینگے کہ قانون' عام فائدہ کے لئے ہے' نہ کہ شخصی فائدہ کے لئے' اور یہ کہ عام مصلحت کے مقابلے میں شخصی مصلحت فنا ہو جانی چاہئے -

لیکن اگر مذہب " استقلال فردی " تسلیم کرلیا جائے تو اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حاکمانہ قوت کا احترام جاتا رہے گا اور سلطنت کی ترقی رک جائیگی - پھر جب سلطنت کمزور ہو جائیگی تو لازمی طور پر فرد بھی کمزور ہو جائیگا - کمزور سلطنتوں کی یہی حالت دنیا مشاہدہ کر رہی ہے - وہ نہ تو خود خوش نصیب ہیں' نہ اُن میں افراد ہی کو خوش نصیبی میسر ہے - موجودہ علماء سیاست کا خیال ہے کہ تاریخ کے تجربے اور روز مرہ کے مشاہدے ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ " مذہب عضوی " قبول کریں اور دنیا میں اُس کی اشاعت کریں -

یہ نا ممکن ہے کہ دنیا میں کوئی جماعت ایسی موجود ہو سکے جسکی بنیاد مذہب استقلال فردی پر ہو - جماعتوں کی کامیابی و ترقی کے لیے لازمی ہے کہ اُسکے تمام افراد' مذہب عضوی کے ماننے والے ہوں' مجموع میں جذب ہوجائیں' اور عموم کی مصلحت کے سامنے اپنی شخصیت بھول جائیں - یہی ایک طریقہ ہے جس سے انسانی جماعتیں (سیاسی ہوں یا اجتماعی) ترقی کر سکتی ہیں - کوئی انسانی جماعت' انانیت کو اپنا اصول قرار دے کر زندہ نہیں رہ سکتی - کیونکہ یہ نا ممکن ہے کہ تمام افراد کے اغراض اور خواہشیں بالکل متفق و متحد ہو جائیں - یہی باعث ہے کہ جن ملکوں میں حکومت سے بے اعتمادی' مذہب انانیت یا استقلال فردی کے طرف عام میلان پیدا کر رہی ہے' وہاں کوئی بھی مشترک عمل کامیاب نہیں ہوتا - کتنی ہی انجمنیں قائم ہوتی ہیں' شروع شروع میں بڑا جوش و خروش دکھایا جاتا ہے' لیکن پھر بہت جلد کارکنوں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے اور پوری تحریک ختم ہو جاتی ہے -

مشرق اِس بیماری کا بری طرح شکار ہوا ہے - اُسکی وطنیت و قومیت فنا ہو گئی ہے' عام مصالح ضائع ہوگیے ہیں' اور جماعتی تحریکوں کی کامیابی کی بہت کم مثالیں نظر آتی ہیں - مشرق کو یہ مہلک مرض در حقیقت مستبد بادشاہوں کی وجہ سے لاحق ہوا - یہ بادشاہ صدیوں تک' مشرقی قوموں پر مسلط رہے ہیں' اور اپنے ذاتی اغراض کے لیے جماعتی مصالح برباد کرتے آئے ہیں - نتیجہ یہ ہوا کہ نسلوں کے تجربہ و مشاہدہ کے بعد مشرقی اقوام کے دلوں میں یہ بات جم گئی کہ قومی وحدت بیکار ہے' اور مصلحت عام کے لیے سعی لا حاصل ہے - ہوتے ہوتے اب اُنکی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وطنیت' قومیت' عام مصلحت' جماعت' وغیرہ الفاظ کے لیے اُن کے دلوں میں کوئی کشش پیدا ہی نہیں ہوتی -

آثار علمیہ

بخاری کا ایک تاریخی نسخہ

(مجد الدین فیروز آبادی اور دولۃ رسولیہ)

انسان کی طرح کتابوں کی بھی زندگی ہے - جس طرح انسان پر پیدائش و موت ' اقامت و سفر ' غربت و ہجرۃ ' اور عروج و زوال کے حوادث و ایام گزرتے ہیں ' ٹھیک اسی طرح کے حوادث و ایام سے فکر انسانی کی اِن کاغذی مخلوقات کی تاریخ بھی مرتب ہوتی ہے - ایک شخص دنیا کے کسی خاص حصے میں پیدا ہوتا ہے ' لیکن سیلاب حوادث اچانک اُسے دنیا کے ایک دور دراز حصے میں پہنچا دیتے ہیں جسکا اُسے کبھی وہم و گمان بھی نہ ہوا ہوگا - یہی حال دنیا کی مشہور و معروف کتابوں اور اُن کے تاریخی نسخوں کا بھی ہے - سینکڑوں ہزاروں کتابیں اور اُن کے نسخے آج دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں - اگر اُن کی تاریخی حیات پر نظر ڈالی جائے ' تو انقلاب و حوادث عالم کی ایک عجیب و غریب داستان نمایاں ہوجائیگی - نہیں معلوم انتقال اور تغیر کی کیسی کیسی منزلوں سے گزرنے کے بعد ' وہ اپنے مولد و منشاء کی جگہ ' اُن مقامات میں آج پناہ گزیں ہو سکے ہیں - بہت ممکن ہے کہ ایک کتاب اب سے ایک ہزار برس پہلے دنیا کے کسی ایک گوشہ میں پیدا ہوئی ہو ' اور آج دس صدیوں کے اُن انقلابات و تغیرات کے بعد جن سے بے شمار ملکوں اور قوموں کی موت و حیات اور عروج و زوال کی داستانیں وابستہ ہیں ' دنیا کے ایک دوسرے انتہائی گوشہ میں پہنچ گئی ہو !

(ایک نسخہ کی سوانح حیات)

شیخ ابو اسماعیل ازدی نے دوسری صدی ہجری کے وسط میں فتوح الشام کی روایات جمع کیں - صاحب ابن عباد نے چوتھی صدی ہجری میں اپنے خزانۂ کتب کے لیے اُس کا نسخہ ابن فارس امام لغۃ و عربیۃ کی زیر نگرانی و تصحیح لکھوایا - پانچویں صدی میں یہ نسخہ نہیں معلوم حوادث و تغیرات کی کتنی منزلیں طے کرکے غزنی پہنچا ' اور سلاطین غزنویہ کی مواهیر اُس پر ثبت ہوئیں - پھر غزنی سے نکل کر دشت غربت و مہاجرت کی نئی نئی منزلیں طے کیں ' اور تمام بلاد ایران و عراق طے کرکے مصر جا پہنچا ' چنانچہ ساتویں صدی کے اواخر میں شیخ ابو یعلی مصری کا دستخط اُس پر ثبت ہوا ' اور نصف صدی تک اسی سر زمین میں مقیم رہا - پھر اُس کے بعد یہی نسخہ یمن پہنچتا ہے ' اور کتب خانۂ شاہی کی مہر اس پر ثبت ہوتی ہے - نیز بعض سلاطین یمن اسی نسخے پر اِسکی قرأت و درس کی اجازت اپنے شیوخ سے لیتے ہیں - پھر یمن سے یہ نسخہ نکلتا ہے ' اور کالی کٹ (مالا بار) پہنچتا ہے ' مگر وہاں کی آب و ہوا راس نہیں آتی ' اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد دکن پہنچکر سلاطین عادل شاہی کا مہمان ہوتا ہے - یہاں عرصہ تک مقیم رہتا ہے ' لیکن اُس کے بعد پھر طرح طرح کے تغیرات و حوادث پیش آتے ہیں - یہانتک کہ بالاخر یہ نسخہ سنہ ۱۷۹۹ - میں ایک فرانسیسی کے ہاتھہ لگتا ہے اور اب پیرس کے قومی کتب خانے میں محفوظ ہے !

کتاب عراق میں پیدا ہوئی ' رے میں لکھی گئی ' غزنی میں مقیم ہوئی ' غزنی سے مصر پہنچی ' مصر سے یمن ' یمن سے مالا بار ' مالا بار سے بیجا پور ' بیجا پور سے پانڈی چری ' پانڈی چری سے ایشیا اور یورپ کے تمام بری اور بحری فاصلے طے کرکے پیرس دار الحکومت فرانس میں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

(ہندوستان کا گذشتہ دور عام)

اِس سلسلہ میں ہندوستان کا پچھلا دور علم خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - یہ ملک عربی و اسلامی تمدن کے تمام بڑے بڑے مرکزوں سے بعید و مہجور تھا - دمشق ' بغداد ' قاہرہ ' اندلس ' خوارزم ' شیراز ' رے ' اصفہان ' یمن ' وغیرہ ممالک ' عربی و اسلامی تمدن کے وقتاً فوقتاً مرکز رہے ' لیکن ہندوستان ان میں سے کسی ملک سے بھی متصل اور قریب نہ تھا - تاہم ہندوستان میں وقتاً فوقتاً علوم عربیۂ و اسلامیہ کے جیسے جیسے عظیم الشان ذخیرے جمع ہوے ' اور عربی علوم کے اصولی نسخوں اور امہات نقل و کتابت کا جیسا قیمتی سرمایہ فراہم ہوا ' وہ کسی طرح بھی اسلامی تمدن کے مرکزی مقامات سے کمتر قرار نہیں دیا جاسکتا ' اور ہندوستان کے امراء و علماء کی علمی قدر دانیوں اور علمی مساعی کی حیرت انگیز شہادت بہم پہنچاتا ہے - گذشتہ نو صدیوں کے اندر بے شمار ملکی انقلابات پیش آے - ہر انقلاب میں علم و تمدن کا پچھلا ذخیرہ برباد ہوا ' اور نئے ذخیروں کی ازسر نو بنیادیں پڑیں - خصوصاً سترھویں صدی کے اوائل سے لیکر غدر سنہ ۵۷ ع کی انقلابی بربادیوں تک کا زمانہ تو علمی ذخائر کی تباہیوں کا ایک مسلسل دور تھا - بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ جونپور ' مالوہ ' دکن ' دہلی ' آگرہ ' لکھنؤ ' اور مرشدآباد میں نو سو برس کے اسلامی تمدن نے جس قدر ذخائر علم جمع کیے تھے ' اُن کا دو تہائی حصہ یکقلم برباد ہوگیا ' اور ایک تہائی حصہ جو باقی رہا ' اُس کا بھی بڑا حصہ منتشر ہوکر یا تو یورپ پہنچ گیا ' یا گمنام اور مجہول گوشوں میں نا پید ہو گیا - با ایں ہمہ آج بھی ہندوستان کی فراہم شدہ کتابوں کا جس قدر سراغ خود ملک کے اندر یا ملک سے باہر لگ سکتا ہے ' اُس سے ہم اسکی عظمت و کثرت کا وثوق کے ساتھہ اندازہ لگا سکتے ہیں - عربی و اسلامی علوم و فنون کی کوئی شاخ بھی ایسی نہیں ہے جس کی امہات کتب کے اصولی نسخے (یعنی وہ نسخے جو یا تو مصنف کے ہاتھہ کے لکھے ہوے تھے ' یا آئمۂ فن کے درس و مطالعہ میں رہ چکے تھے اور اسلیے نقل لینے کے لیے زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے ' یا اسی طرح کی کوئی اور اہمیت رکھتے تھے) ہندوستان نہ پہنچے ہوں ' اور نہ صرف سلاطین و امراء کے کتب خانوں میں ' بلکہ ایک ایک قصبہ اور قریہ کے اندر اُن کی بڑی تعداد موجود نہ ہو - قران مجید ' صحاح ستہ ' معاجم و مسانید ' تفاسیر و شروح ' امہات اصول و فقہ ' تاریخ و علوم کے وہ نسخے جو سلسل علم کے آئمۂ و اکابر نے حجاز ' عراق ' مصر '

خوارزم ' بلاد فارس ' اور مغرب و اندلس میں لکھے تھے یا انکی تصیحیح کی تھی ' نہ صرف دهلی و آگرہ کے شاهی کتب خانوں میں بلکہ جونپور اور اودھ کے قریوں تک میں موجود تھے - یاقوت مستعصمی کے لکھے ہوے مصاحف ' رے اور شیراز کے مجمع قراء و حفاظ کے مصححہ قرآن ' حفاظ حدیث کے لکھے ہوے یا املاء شدہ مجامیع حدیث ' حافظ ابن صلاح اور نو وی جیسے اکابر حدیث کے دستخطی صحیحین ' حافظ ابو الحجاج مزی اور امام ذهبی کی مصححہ صحاح ستہ ' حافظ ابن حجر اور انکے معاصرین کی خود نوشتہ مصنفات ' آگرہ اور دهلی میں اسی طرح ملتی تھیں ' جس طرح بغداد اور قاهرہ میں مل سکتی تھیں !

(پانچ نسخے)

هندوستان کے مختلف گوشوں میں اب بھی اس پچھلے دور علم کے نشان قدم باقی هیں - حیرت هوتی هے کہ علم و فن کے اُن ذخائر کی کثرت و عظمت کا کیا حال هوگا ' جو اتنی بربادیوں کے بعد بھی بے نام و نشان نہ هو سکے ؟

هم چاهتے هیں ' اس سلسلہ میں بعض تاریخی نسخوں کا ذکر کریں - بالفعل پانچ نسخوں کی تاریخ پیش نظر هے - یہ وہ نسخے هیں جن میں سے کسی کی زندگی پانچ صدیوں سے کم نہیں هے اور جن پر انقلاب و حوادث ایام کے بڑے بڑے دور گزر چکے هیں :

(۱) جامع صحیح بخاری کا نسخۂ رسولی مصححۂ و درسیۂ شیخ مجدد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس و سفر السعادۃ -

(۲) صحیح مسلم کا نصف اخیر مصححۂ حافظ ابن الصلاح صاحب مقدمہ - و درسیۂ حفاظ مدرسۂ اشرفیۂ قاهرہ -

(۳) کتاب زاد الرفاق صلاح الدین الابیوردی (المتوفی سنہ ۵۵۷ ھ) مصححۂ مصنف جس پر قاضی الفاضل یعنے قاضی عبدالرحیم بن علی وزیر سلطان صلاح الدین ایوبی کا دستخط ثبت هے -

(۴) تاریخ مکہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی - مصححۂ شمس الدین یوسف سبط ابن الجوزی -

(۵) مقامات حریری کا نسخہ غرناطہ جو امیر ناصر الدین عسقلانی (المتوفی سنہ ۷۳۳ ھ) کے کتب خانہ میں داخل هوا - پھر سنہ ۹۷۰ میں دکن پہنچا ' اور دکن سے ایک شائق علم شیخ محمد یوسف نامی نے حاصل کیا -

(جامع صحیح بخاری نسخۂ رسولی)

آج هم صحیح بخاری کے نسخۂ رسولی کے آخری صفحہ کا عکس مع مختصر تشریحات کے شائع کرتے هیں - یہ نسخہ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب رئیس دهلی کے کتب خانہ میں موجود هے - اس نسخہ کی تاریخی نوعیت حسب ذیل هے :

(۱) اصل نسخہ بغداد میں لکھا گیا هے اور وهاں درس و املاء میں رہ چکا هے -

(۲) بغداد سے شام پہنچا ' اور متعدد علماء و حفاظ حدیث نے املاء و درس کے وقت اسکی تصحیح کی اور جابجا بین السطور اور حواشی میں اختلاف رواۃ و نسخ کی نسبت فوائد و منہیات کا اضافہ کیا -

(۳) شام سے یہ نسخہ غالباً مصر پہنچا ' اور خاندان رسولی کے امراء مقیمین قاهرہ کے هاتھہ لگا - جب وہ یمن پر قابض هوے تو اُن کے ساتھہ یمن پہنچکر شاهی کتب خانہ میں داخل هوا -

(۴) جب شیخ مجدد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس ' یمن پہنچے ' اور سلطان ملک الاشرف رسولی نے اُن سے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کرنی چاهی ' تو اسی نسخہ پر درس و املاء کا سلسلہ جاری هوا ' اور اتمام درس کے بعد شیخ موصوف نے اپنے قلم سے ملک الاشرف کے لیے سند و اجازت کی سطور تحریر کردیں -

چنانچہ کتاب کے آخر میں شیخ مجددالدین کے قلم سے حسب ذیل عبارت مرقوم هے :

" ...... سماعاً علی لجمیع الصحیح مولانا و مولینا و خلیفۃ اللہ فی عصرنا ' السلطان بن السلطان بن السلطان ' المالک الملک الاشرف ' ممهد الدینا و الدین ' اسماعیل بن العباس بن علی بن داؤد ' خلد اللہ سلطانہ ' و شید بعدلہ قواعد الدین و ارکانہ ؛ فی بضع و ثلثین مجلساً من شهر رمضان ' سوی المجلسین الاخرین فی شوال ' من عام تسعۃ و تسعین و سبعمائۃ ' و اجزت روایتہ و روایۃ سائر ما یجوز لی و عنی روایتہ بشرطہ - قالہ و کتبہ الملتجی الی حرم اللہ تعالی محمد بن ابی محمد بن محمد بن ابراهیم الفیروزابادی تجاوز اللہ عنہ ' و صلی اللہ علی سیدنا محمد و الہ و اصحابہ و سلم "

(یمن کے سلاطین رسولي)

یمن کے خاندان رسولي کا تذکرہ عام تاریخوں میں بہت کم ملتا هے ' اس لیے لوگ اُن کے ناموں سے آشنا نہیں - اس نسخه کي تاریخ حیات کي توضیح کے لیے ضروري هے که مختصراً اس کا ذکر کر دیا جاے -

یمن میں ساتویں صدیِ هجري کے اوائل سے لیکر تقریباً نویں صدي کے درمیاني عهد تک ایک خاص خاندان کے افراد کي حکومت رهي هے جو " رسولي " کے لقب سے مشهور تها - یه لوگ اصلاً ترکمان تھ ' اور ترکمانوں کے قبیله " میجک " سے تعلق رکھتے تھ ' لیکن جب اتفاقات وقت نے یمن جیسے خالص عربي ملک کا حکمران بنا دیا ' تو ضرورت هوئي که کسي نه کسي طرح اپنا سلسلۂ نسب عرب سلاطین و امراء سے ملادیں - چنانچه ظاهر کیا گیا که اُن کے مورث اعلی جبله بن ایهم غساني کي نسل سے هیں جو حضرۃ عمر (رضي الله عنه) کے زمانے میں مسلمان هوکر پھر مسیحي هو گیا تها ' اور قسطنطنیه چلا گیا تها - الحاق نسب کي صورت یه اختیار کي گئي که جبلہ عرصه تک روم میں مقیم رها - اُس نے اگرچه مسیحي مذهب اختیار کرلیا تها ' لیکن اس کا قلب مطمئن نه تها - مرتے وقت اُس نے اپني اولاد کو وصیت کي که بلاد روم سے نکل کر اسلامي ممالک میں جائیں اور مسلمان هوکر زندگي بسر کریں - وہ ترکمانوں کے قبائل میں آکر مقیم هوگئے - اور اس طرح ان کي عربیت ' ترکمانیت سے مبدل هوگئي !

اس خاندان کا پہلا فرد جو تاریخ میں نمایاں هوتا هے ' محمد بن هارون بن یوحنی رستم هے - خلفاء عباسیه کے زمانے میں یه عراق آیا اور تھوڑے عرصه کے اندر عزت و قبولیت حاصل کرلي - اُس زمانے میں حکومت بغداد کو ایک سفیر و رسول کي ضرورت تهي جو مصر و شام میں احکام خلافت کا مبلغ هو - خلیفه نے محمد بن هارون کا اس غرض سے انتخاب کیا ' اور اس طرح یه خاندان پہلے عراق سے شام میں ' اور پھر شام سے مصر میں منتقل هوگیا - بغداد کي سفارت و رسالت کي بنا پر محمد بن هارون " رسول " کے لقب سے پکارا جاتا تها - یه تلقب اس قدر مشهور هوا که آگے چل کر پورا خاندان " رسول " کي نسبت سے پکارا جانے لگا -

مصر میں جب ایوبیوں کي حکومت قائم هوي ' تو یمن اُس وقت مصر کے زیر اثر تها - انهوں نے وهاں کي ولایت کیلیے توران شاہ بن ایوب کو بهیجا ' اور اسکے ساتهه خاندان رسولي کو بهي روانه کر دیا ' کیونکه مصر میں انکي موجودگي سیاسي مصالح کے خلاف تهي - عرصه تک یه خاندان یمن میں امراء و اشراف کي زندگي بسر کرتا رها - لیکن ساتویں صدي کے اوائل میں جب ملک ظاهر بیبرس مصر میں حکمراں هوا ' تو یمن میں ایسے تغیرات و حوادث پیش آئے که اِس خاندان کو اِمارت سے نکل کر ریاست و فرمانروائي کي تخت نشیني کا موقعه ملگیا ' اور کچهه عرصه کي کشمکش و تنازع کے بعد حکومت مصر نے بهي اس کا استقلال تسلیم کرلیا - اُس خاندان کا پہلا حکمراں ملک المنصور نور الدین عمر بن علي بن رسول تها - یه سنه ۶۲۸ - میں مسند نشین هوا ' اور سنه ۶۴۷ ھ میں اپنے غلاموں کے هاتهوں قتل هوا - یمن کے علاوہ حجاز و حرمین کي حراست و خدمت بهي مصر سے نکل کر اسي حکمران خاندان کے قبضه میں آ گئي تهي -

(ملک الاشرف)

اِسي سلسلۂ حکومت کا ساتواں فرمانروا ملک الاشرف اسماعیل بن عباس بن علي بن داؤد رسولي تها ' جسکا اس نسخه کي تحریر میں ذکر هے ' اور جس کے کتب خانه سے یه نسخه نکل کر کسي طرح هندوستان پهنچ گیا هے -

ملک الاشرف ۲۱ - شعبان سنه ۷۷۸ - ھ میں مسند نشین هوا ' اور سنه ۸۰۳ - ھ میں انتقال کیا - شیخ شرف الدین بن ابي بکر المقري نے مرثیه لکها تها ' جسکے اشعار حافظ ابن حجر نے نقل کیے هیں :

هو الدهر کرت بالخطوب کتائبه
وغضت بانیاب حداد نوائبه

تمام مورخین بالاتفاق شهادت دیتے هیں که اس خاندان کے تمام سلاطین اهل علم و فضل تھ ' اور علم و فضل کي قدر شناسي میں اپنا عدیل نہیں رکھتے تھ - اس خاندان کا پہلا فرمانروا جس نے حکومت مصر کي نیابت سے ترقي کرکے استقلال و فرمانروائي کي حیثیت حاصل کرلي ' سلطان نور الدین تها - الخزرجي صاحب عقود اللؤلؤیه (جس کا ذکر آگے آتا هے) لکهتا هے که اُس کي زندگي کي سب سے بڑي مشغولیت یه تهی که اطراف عالم سے اهل علم و فضل کو یمن و حجاز میں جمع کرے ' اور مدارس و مساجد سے اپني مملکت معمور کردے - مکه معظمه ' تعز ' عدن ' زبید ' وادي سهام ' اور تهامه کے ایک ایک قصبه میں اُس نے مدرسے اور مسجدیں تعمیر کیں - مکه معظمه کا مدرسه اُس عهد کے تمام مدارس حجاز پر فوقیت رکهتا تها - زبید میں تین مدرسے الگ الگ تعمیر کیے - مدرسۂ شافعیه ' مدرسۂ حنفیه ' اور دار الحدیث - اِن سب کے لیے اوقاف و محاصل تھ جن سے مدرسین و طلباء کو وظائف دیے جاتے تھ - (جلد اول : ۸۴) ملک المظفر جو اس سلسله کا دوسرا فرمانروا هے ' وہ نه صرف علوم کا قدر شناس اور مدارس و جوامع کا باني تها ' بلکه خود بهي صاحب علم و فضل تها - تفسیر ' حدیث ' اور طب میں اُس کي مصنفات کا حافظ ابن حجر عسقلاني اور قاضي شوکاني نے ذکر کیا هے - الخزرجي لکهتا هے که حدیث کي تمام امهات کتب اس نے اپنے قلم سے لکهي تهیں - ان کي تعداد و ضخامت دیکهکر تعجب هوتا هے که حکومت کي آلودگیوں کے ساتهه علم و کتابت کے لیے اِتنا وقت کیونکر نکل سکا ؟ اُس کے علمي شوق کا یه حال تها که امام فخر الدین رازي کي تفسیر کبیر جب اُس کی نظر سے گزري تو بعض حصے ناقص اور تشنه محسوس هوے - اُس وقت قاهرہ میں تاج الدین بن بنت الاعز قاضي القضاۃ تھ - اُنهیں لکها که تفسیر کے مصححه نسخے بهیج دیں - اُنهوں نے چار نسخے بهیجے - لیکن ان سب کا بهي وهي حال تها - اس پر خیال هوا که خود مصنف کے قلم کا لکها هوا مسودہ دیکهنا چاهیے - چنانچه ایک سفارت یمن سے هرات بهیجي گئي - اُس نے امام موصوف کے قلم سے لکها هوا اصلي نسخه بصرف کثیر حاصل کیا - خود سلطان موصوف کي یه عبارت خزرجي نے نقل کي هے " میں نے جب یه اصلي نسخه دیکها تو میري کاوش دور هوگئي ' کیونکه اس میں وہ تمام مقامات سادہ چھوڑ دیے گئے تھ ' اِس سے معلوم هوتا هے که مصنف کا ارادہ نظر ثاني کا تها جو پورا نه هوسکا " (جلد ۱ : ۲۲۸) جن اهل نظر نے تفسیر کا بالاستیعاب مطالعه کیا هے ' وہ سلطان موصوف کي صحت نظر و رائے کي تصدیق کرینگے -

اسي خاندان کا تیسرا حکمران الملک المؤید تھا جس کي نسبت خزرجي نے تصریح کي ھے کہ اسکي تصنیف مختصر کتاب الجمھرہ علماء عصر میں مقبول و مشہور ھے -

ملک الاشرف کے باپ ملک الافضل کا ترجمہ حافظ ابن حجر عسقلاني نے درر کامنہ میں درج کیا ھے - وہ لکھتے ھیں علم و فضل کا قدر شناس تھا اور خود بھي تمام علوم عربیہ و دینیہ میں درجۂ رسوخ و نظر رکھتا تھا - اسکي مصنفات میں سے یمن کي دو تاریخیں ' تاریخ ابن خلکان کا مختصر ' اور فن انساب میں بغیۃ ذوي الھمم اس درجہ کي کتابیں تھیں ' جنکي اھمیت کا تمام اکابر مصر و شام نے اعتراف کیا تھا -

خود ملک الاشرف کا (جسکے کتب خانہ کا یہ نسخہ ھے اور جس نے اِس پر فیروز آبادي سے سند حدیث لي) یہ حال تھا کہ مصر ' حجاز ' شام ' عراق ' اور بلاد فارس تک کے علماء کو اُسکي قدر شناسیوں نے کھینچ بلایا تھا - اس نے بھي اپنے پیشروؤں کي طرح بلاد یمن و حجاز میں متعدد عظیم الشان عمارتیں درس و ترویج علم کیلیے تعمیر کیں اور بڑے بڑے محاصل انکے مخارج کیلیے وقف کر دیے - وہ خود بھي صاحب علم و فضل تھا اور علوم لغۃ و ادب اور فقہ و حدیث کا ھمیشہ اشتغال رکھتا تھا - اُس کي علمي قدر دانیوں کا اندازہ کرنے کے لیے صرف وھي معاملات کفایت کرتے ھیں جو اس میں اور فیروز آبادي میں پیش آتے رھے - عربي لغۃ کي سب سے زیادہ مقبول و متداول کتاب القاموس اُسي کي قدر دانیوں نے فیروز آبادي سے لکھوائي تھي - چنانچہ قاموس کے دیباچہ میں مصنف اس خاندان کے مدح کرتے ھوئے لکھتا ھے :

مولي ملوک الارض ' من في وجھه
مقبـاس نور ' ایمـا مقبـاس

(مجدد الدین فیروز آبادي)

مجدد الدین فیروز آبادي اُن اکابر عام میں سے تھے جنھیں سلاطین وقت کي فیاضیوں نے صف علم کي طرح صف اِمارت میں بھي ممتاز کردیا تھا - اُن کا سنہ ولادت ۷۲۹ ھ - ھے اور تاریخ وفات ۲۰ شوال سنہ ۸۱۷ - ھ کازرون میں پیدا ھوے ' شیراز میں ابتدائي تعلیم حاصل کي - اور عراق اور مصر و شام کے آئمۂ علوم سے تکمیل کي - اُن کے اساتذہ میں وقت کے تمام آئمۂ علوم مثلاً شیخ تقي الدین سبکي ' ابن مظفر النابلسي ' حافظ علائي ' ابن نباتہ ' عز الدین ابن جماعۃ وغیرھم کے نام نظر آتے ھیں - امام ابن قیم بھي اُن کے اساتذہ میں ھیں - یہ اُنھي کے فیض تلمذ کا نتیجہ تھا کہ اگرچہ اُن کي ابتدائي نشو و نما فقہاء شافعیہ کے زیر اثر ھوئي ' لیکن تقلید کي بندشوں سے آزاد ھوگئے ' اور اصحاب تحقیق و اجتہاد کا ذوق و مشرب پیدا ھوگیا - چنانچہ ان کي کتاب سفر السعادۃ اور الاسعاد في رتبۃ الاجتہاد میں اِس ذوق کي جھلک صاف نمایاں ھے - اُس عہد کے سلاطین میں کوئي پادشاہ ایسا نہیں ھے جس نے اُن کي قدر داني نہ کي ھو - شاہ منصور بن شجاع صاحب تبریز ' ملک الاشرف صاحب یمن ' بایزید یلدرم ' تیمور صاحب قران ' احمد بن اویس صاحب بغداد ' ناصر الدین محمد شاہ دھلي ؛ اِن سب کے درباروں میں وہ پہنچے اور انعام و اکرام سے مالا مال ھوے - سنہ ۷۹٦ ھ میں ھندوستان سے واپس جاتے ھوے سواحل یمن میں اُترے اور ملک الاشرف سلطان یمن سے ملاقات ھوئي - وہ ان کے فضل و کمال کا غلغلہ پہلے ھي سن چکا تھا - یہ موقعہ غنیمت تصور کیا ' اور یمن کي اقامت پر اصرار کیا - اُس زمانے میں یمن کے قاضي القضاۃ جمال الدین الریمي شارح التنبیہ کا انتقال ھوگیا تھا اور منصب خالي تھا یہ اس منصب پر مامور ھوے اور بیس سال تک یمن کے قاضي القضاۃ رھے -

(نسخہ کي تاریخي توثیق)

خوش قسمتي سے یمن کے خاندان رسولي کي ایک مستقل تاریخ شائع ھوگئي ھے - یہ شیخ علي بن الحسن الخزرجي کي العقود اللؤلؤیہ في تاریخ الدولۃ الرسولیہ ھے جسے دو دو جلدوں میں گب میموریل فنڈ کے امینوں نے قاھرہ میں چھپوا کر شائع کیا ھے - اس کا اصلي نسخہ یمن سے عہد عالمگیري میں ' ھندوستان آیا تھا ' اور معتمد خاں عالمگیري کے کتب خانے میں داخل ھوا تھا - وھاں سے نکلا اور محمد شاہ کے عہد میں اسکے وزیر قمر الدین خاں مدت کے قبضہ میں آیا - قمر الدین خاں کے کتب خانے سے نکل کر وارن ھسٹنگز کے پاس پہنچا - اُس نے انڈیا آفس کے کتب خانے کي نذر کردیا -

اس تاریخ میں سلاطین رسولیہ کے عہد کے واقعات روزنامچہ کي طرح تاریخ وار درج ھیں - میں نے اس خیال سے ملک اشرف کے زمانے کے واقعات پر نظر ڈالي ، کہ شاید اس نسخہ کے درس و املاء کي طرف کوئي اشارہ مل جاے - میرا قیاس صحیح نکلا - فیروز آبادي نے صحیح بخاري کے درس و املاء کي جن مجالس کا اپني عبارت میں ذکر کیا ھے ' ٹھیک اُنھي تاریخوں میں اُسکا ذکر خزرجي نے بھي کیا ھے -

سنۃ ۷۹٦ کے واقعات میں لکھتا ھے :

" ۲۴ رمضان کو یمن میں امام فقیہ علامۃ القاضي الاجل مجد الدین محمد بن یعقوب الشیرازي پہنچے - سلطان نے انکا بڑا اعزاز و اکرام کیا - چار ھزار درھم بطور رقم ضیافت کے پہلے ھي دن مرحمت فرماے - اس سے پہلے چار ھزار درھم عدن بھیجے گئے تھے تاکہ عدن سے زبید تک کے مصارف سفر میں مدد دیں - شیخ موصوف علوم حدیث ' نحو ' لغۃ ' تاریخ ' اور فقہ میں درجۂ مشیخت رکھتے ھیں - انکي مصنفات میں سے بخاري کي شرح ھے جو نہایت منشرح اور مفید ھے " (جلد ۲ : ۲٦۵)

پھر سنہ ۷۹۷ ھ - کے وقائع میں لکھتا ھے کہ ٦ - ذي الحجہ کو شیخ مجد الدین قاضي القضاۃ مقرر کیے گئے اور سلطان کا فرمان اس بارے میں شائع ھوا - (صفحہ ۲۷۸)

سنہ ۷۹۹ - ھ کے وقائع میں لکھتا ھے :

" و في شھر رمضان من ھذہ السنۃ سمع السلطان صحیح البخاري من حدیث رسول اللہ صلعم علی القاضي مجد الدین یومئذ و کان ذا سند عال من طرق شتی " (صفحہ ۲۸٦)

اس تصریح سے عبارت مندرجۂ نسخہ کي پوري توثیق ھوگئي - معلوم ھوگیا کہ سلطان ملک الاشرف نے فیروز آبادي سے صحیح بخاري کي سند و اجازت حاصل کي تھي ' اور رمضان میں املاء و سماع کا سلسلہ جاري رھا تھا - جو نسخہ زیر درس و املاء رھا ' اور جس پر سند دي گئي ' وہ یہي نسخہ ھے - نہیں معلوم اس نسخہ پر ایام و حوادث کے کیلے کیسے تغیرات گزر چکے ھیں ؟

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد امویہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی دواعی و محرکات

کچھ عرصہ ہوا مرحوم شیخ محمد خضری نے جامعۂ مصریہ میں تاریخ اسلام پر دو سال تک درس دیا تھا جس کا مجموعہ "تاریخ امم اسلامیہ" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اب اس کا ایک نیا ایڈیشن جامعہ نے شائع کیا ہے، جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نظر ثانی کرکے کتاب کے متعدد اہم مقامات زیادہ مبسوط اور جامع کردیے ہیں، اور ترتیب بحث بھی پہلے سے زیادہ موزوں اور مسلسل ہے۔ بلاشبہ تاریخ اسلام کے مباحث کی سطح اس سے بہت زیادہ بلند ہونی چاہیے جس قدر اس کتاب میں نظر آرہی ہے۔ تاہم کتاب کی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ نئے ایڈیشن کے اضافات میں سب سے زیادہ اہم مقام عہد امویہ کے اختتام اور عباسیہ کی تاسیس کے ذہنی دواعی و محرکات ہیں۔ ہم اس کا خلاصہ چند نمبروں میں شائع کردینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے تاریخ اسلام کے مطالعہ میں مزید کاوش اور نظر کی راہ باز ہوتی ہے۔

عباس بن عبدالمطلب

عباس بن عبدالمطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ یہ بنی ہاشم کے ایک معزز سردار اور مشہور مدبر تھے۔ جاہلیت میں ابوسفیان صخر بن حرب سے ان کی دوستی بہت گہری تھی۔ ظہور اسلام کے بعد رسول اللہ صلعم سے ان کا اخلاص آخری حد تک پہنچ گیا تھا، اگرچہ باقاعدہ مسلمان ایک مدت کے بعد ہوئے۔ رسول اللہ صلعم بھی ان سے بڑی عزت و محبت کا سلوک کرتے تھے۔ یہ خلافت عثمانی میں (سنہ ۳۲ھ) ۸۸ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

عبداللہ بن عباس

عبداللہ بن عباس، اپنے والد کے منجھلے لڑکے تھے۔ ہجرت سے دو برس پہلے پیدا ہوئے، رسول اللہ کو ان سے بھی بہت محبت تھی۔ آپ نے ان کے لئے تفقہ فی القرآن کی دعا کی تھی۔ حضرت عمر، ان کی علمیت، عقل، فصاحت کی وجہ سے انھیں اپنی مشورت کی خاص مجلسوں میں شریک کرتے، اور باوجود کم سنی کے ان سے فتویٰ لیتے تھے۔ حضرت عثمان نے انھیں سنہ ۳۵ھ کے حج کا امیر مقرر کیا۔ حضرت علی کی خلافت میں وہ انکے دست راست اور قوت بازو تھے۔ بصرہ کے صوبے کی ولایت (گورنری) بھی انھیں ملی تھی۔ امیر معاویہ کی خلافت میں وہ سیاسیات سے الگ ہوکر طائف میں مقیم ہوگئے اور وہیں سنہ ۶۸ھ میں انتقال کیا۔

علی بن عبداللہ بن عباس

حضرت عبداللہ بن عباس کی اولاد میں سب سے زیادہ اہمیت، انکے سب سے چھوٹے بیٹے، علی، کو حاصل ہے۔ یہ عین اس دن پیدا ہوئے جس دن امیر المومنین علی علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اسی مناسبت سے ان کا نام، علی رکھا گیا۔ یہ نہایت باوقار، وجیہ، فصیح و بلیغ، اور عالی حوصلہ تھے۔ کہا جاتا ہے، اس وقت ان سے زیادہ خوبصورت کوئی قریشی موجود نہ تھا۔ ان کا زہد و عبادت بھی بہت مشہور ہے۔ بنی امیہ نے انھیں مدینہ اور دمشق کے راستہ پر ایک گاؤں "حمیمہ" جاگیر میں دے دیا تھا۔ یہ وہیں رہے اور ان کی تمام اولاد بھی وہیں پیدا ہوئی۔ سنہ ۱۱۷ھ میں انھوں نے انتقال کیا۔

محمد بن علی

علی بن عبداللہ کے بیٹوں میں "محمد" نے بہت شہرت حاصل کی۔ کیونکہ وہ ابراہیم، ابوالعباس السفاح، اور ابوجعفر منصور کے والد تھے جن سے خلافت عباسی کا آغاز ہوا۔ اسی قدر نہیں بلکہ انھی نے یہ نئی دعوت شروع کی اور اپنے باپ علی بن عبداللہ کی زندگی میں شروع کی لیکن خود علی کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔

عباسی خلافت کا تخیل

اس جلیل القدر خاندان کے تعارف کے بعد اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا اور اموی خلافت برباد کرکے انھوں نے اپنی شہنشاہی کس طرح قائم کرلی؟

آنحضرت (صلعم) کے وفات کے بعد معاملۂ خلافت میں جو اختلاف رائے ہوا، اس کی تفصیلات معلوم و مشہور ہیں۔ بالآخر جمہور صحابہ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس طرح اس خطرناک اختلاف کا بظاہر خاتمہ ہوگیا۔

لیکن معلوم ہے کہ ایک جماعت ابتدا سے موجود تھی جو خلافت کا حق بنو ہاشم یعنی خاندان نبوت میں محصور دیکھتی تھی۔ اسی جماعت میں حضرت عباس بھی تھے۔ یہ اگرچہ بنو ہاشم میں سب سے زیادہ مسن تھے، مگر کوئی شخص بھی انھیں حضرت علی پر ترجیح نہیں دیتا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے تئیں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے۔ خود حضرت فاطمہ علیہا السلام کا بھی یہی خیال تھا۔

لیکن بالآخر حضرت علی، حضرت عباس، اور ان کی تمام جماعت نے جمہور کے فیصلہ پر عمل کیا۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی دونوں گزر گئے۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں خلافت کی بحث نے ازسرنو سر اٹھایا، حضرت علی خیال کرتے تھے کہ مجلس شوریٰ کے اکثر ارکان نے حضرت عثمان کو خلیفہ منتخب کرکے انکے ساتھ ناانصافی کی ہے۔

حضرت عثمان کے آخری عہد میں حضرت عباس کا انتقال ہوا۔ انھوں نے کثیر اولاد چھوڑی، مگر یہ ثابت نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی خلافت حاصل کرنے کا متمنی ہوا ہو۔

حضرت عثمان کی خلافت کے چھٹے سال ایک جماعت میں خیال پیدا ہوا کہ خلافت، حضرت عثمان سے حضرت علی کو منتقل کردی جائے۔ اس تحریک کے چند داعی، بڑے بڑے اسلامی مرکزوں: کوفہ، بصرہ اور فسطاط (مصر) میں ظاہر ہوئے۔ تحریک کا آغاز اس طرح ہوا کہ حضرت عثمان کے عمال و حکام کی مذمت شروع کی گئی۔ ان کی برائیاں مشہور کی جانے لگیں۔ ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک کے لوگوں کو یہ باتیں لکھتے اور پھر سب اپنی جماعت کے لوگوں کو مدینہ میں ان حالات سے مطلع کرتے۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد تمام اسلامی ملکوں میں حضرت عثمان کے ولاۃ و حکام بدنام ہوگئے اور عام شکایت پیدا ہوگئی۔ اس کامیابی کے بعد ان لوگوں نے خود خلیفہ کی مذمت شروع کی اور حضرت عثمان پر بہت سے الزام لگائے جن میں سے بعض صحیح تھے اور بعض بالکل بے بنیاد تھے۔ حضرت عثمان کی نرمی طبیعت اور فتنہ و فساد سے حد درجہ احتیاط نے اس صورت حال کے لئے بہت افزا فضا پیدا کردی تھی۔ انھوں نے تینوں اسلامی مرکزوں یعنی کوفہ، بصرہ، اور فسطاط کے شورش پسند جمع کئے، اور فریادی بن کر دارالخلافہ، مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ حضرت عثمان نے غایت درجہ نرمی دکھائی۔ ان کی تمام شکایتیں تسلیم کرلیں، اور مطالبات منظور کرلئے۔ اسپر بظاہر سب نے رضامندی اور اطمینان کا اظہار کیا اور اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہوگئے۔

مگر چند دن بعد صورت حال نے ایک نیا پہلو بدلا۔ مصری وفد جوش و غضب کی حالت میں راستہ سے واپس لوٹا۔ اس کے پاس ایک خط تھا جس پر حضرت عثمان کی مہر تھی اور اس کا مضمون یہ تھا کہ "مصری وفد قتل کرڈالا جائے"۔ بیان کیا گیا کہ یہ خط حضرت عثمان نے والی مصر کے نام بھیجا تھا۔ لیکن جب یہ خط پیش ہوا تو حضرت عثمان نے قسم کھا کر کہا کہ نہ تو انھوں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ بلوائیوں نے یقین کرلیا، مگر ساتھ ہی اسے مروان بن الحکم کی شرارت قرار دیا اور اس کے حوالہ کردینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمان نے مروان کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ اسپر انھوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بالآخر اس فعل کے مرتکب ہوئے جس سے تاریخ اسلام کی طبیعت آج تک قطعاً ناآشنا تھی۔ یعنی حضرت عثمان قتل کرڈالے گئے۔ یہ پہلی اجتماعی معصیت تھی جو مسلمانوں سے دنیا میں سرزد ہوئی!

اب خلافت، حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی۔ آپ نے پس و پیش کے بعد قبول کرلیا۔ لیکن آپ کو ایک دن بھی چین نہ ملا۔ رشتہ نظم و ملت بکھر چکا تھا۔ سرکشی و طغیان کا مادہ سر اٹھا چکا تھا۔ نزاع و شقاق نے مسلمانوں کا گھر دیکھ لیا تھا۔ مدعیوں سے برابر جنگیں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ رمضان سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوگئے۔

آپ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کو اہل کوفہ نے خلیفہ بنایا۔ مگر انھوں نے انتہائی دانشمندی اور بے نظیر ایثار سے کام لیکر جس کی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں ہے، مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں کا خاتمہ کردینا چاہا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اہل عراق بھروسہ کے قابل نہیں ہیں اور ان کے عظیم المرتبہ والد کے لئے ہمیشہ پریشانیوں کا موجب رہے ہیں۔ انھوں نے امیر معاویہ رض سے صلح کرلی، اور خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ سنہ ۵۰ھ میں آپ نے انتقال کیا۔ امیر معاویہ رض نے خلافت اپنے لڑکے یزید کے

سپردکی۔ یہ دلی عہدی کی پہلی بدعت ہو جو بزور شمشیر منوائی گئی۔ یزید کے زمانے میں پھر ابتری پیدا ہوئی۔ اہل مدینہ نے یزید کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ لیکن بُری طرح کچل ڈالے گئے۔ کوفہ نے حضرت حسین علیہ السلام کو دعوت دی۔ مگر عین وقت پر بے وفائی بھی کی اور کربلا کا وہ فاجعۂ کبریٰ پیش آیا جس پر آجتک مؤرخ کا قلم ماتم کر رہا ہو۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن الزبیر نے اپنی خلافت کا علم بلند کیا، اور مکہ معظمہ میں متمکن ہو گئے۔

یزید کی وفات نے عبداللہ ابن الزبیر کی قوت بہت بڑھا دی، حجاز، مصر، اور عراق زیر نگیں ہو گئے۔ لیکن بنو ہاشم نے اُن کی بیعت سے انکار کیا۔ چنانچہ محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اور عبداللہ بن عباس وغیرہ اُن سے برابر برگشتہ رہے۔

اُسی زمانہ میں ایک خود غرض اور چالاک آدمی، مختار بن ابی عبید الثقفی، عراق میں ظاہر ہوا۔ اہل بیت کی حمایت کا دعویٰ کیا اور امام مہدی، یعنی محمد بن الحنفیہ کے لئے دعوت شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب خاندان علی ابن ابی طالب (علیہم السلام) میں سب سے زیادہ معمر محمد بن الحنفیہ ہی تھے۔ لیکن مختار کو زیادہ عروج حاصل نہ ہو سکا۔ عبداللہ بن الزبیر نے اپنے بھائی مصعب کی قیادت میں ایک فوج جرار اُس کے مقابلہ پر بھیجی اور اُسے قتل کر ڈالا۔ مختار مغلوب ہو گیا مگر عراق میں شیعیت (یعنی طرفداران خاندان علی کی جماعت) برابر قائم رہی۔

محمد بن الحنفیہ نے بالآخر عبدالملک بن مروان کی خلافت تسلیم کر لی۔ لیکن شیعیان محمد بن حنفیہ اس کے بعد بھی اُنہی کو خلافت کا مستحق یقین کرتے رہے اور اُن کی بیعت کو مجبوری کی بیعت قرار دیا حتیٰ کہ اُن کے انتقال پر ایک گروہ نے اس حد تک غلو کیا کہ اُنکی موت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ کہا گیا کہ وہ غائب ہو گئے ہیں اور عنقریب واپس آئیں گے۔ چنانچہ اُن کا شاعر السید الحمیری کہتا ہے:

وسبط لا یذوق الموت حتی یقود الخیل یقدمہا اللواءا

محمد بن الحنفیہ کی وفات کے بعد اُن کی جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک گروہ اُنھیں زندہ بتا کر اُنہی کی حمایت پر قائم رہا۔ ایک گروہ نے اُن کے بیٹے ابو ہاشم کی امامت کا اعلان کیا۔ یہ دونوں جماعتیں "کیسانی" کہلاتی ہیں۔ کیسان، مختار بن ابی عبید کا لقب تھا، اور یہ دونوں اُسی کی طرف منسوب ہیں۔

لیکن ایک تیسری جماعت نے حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُنکے صاحبزادے زین العابدین علی بن الحسین کی حمایت شروع کی لیکن خود امام زین العابدین کی نسبت ثابت نہیں کہ اُنھوں نے کبھی اپنی خلافت کا دعویٰ کیا ہو۔

اس جماعت کا اعتقاد یہ تھا کہ خلافت حضرت علی کے بعد اُن کی فاطمی اولاد میں محصور ہو۔ اس لئے حضرت حسین کے بعد امام زین العابدین کو حق خلافت پہنچتا ہو، کیونکہ واقعۂ کربلا کے بعد اپنے بھائیوں میں صرف یہی ایک زندہ بچے تھے۔ یہی جماعت ہو جو آگے چلکر "امامیہ" کے لقب سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ اس کا اعتقاد یہ ہو کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اُنکے بعد امامت حضرت حسن کی طرف منتقل ہوئی۔ پھر حضرت حسین کی طرف، پھر علی بن الحسین کی طرف اسی طرح ہر زمانہ میں اُمت کے لئے ایک منصوص امام کی موجودگی ضرور ہو اور وہ بنی فاطمہ کی ایک معین شخصیت ہو۔

اُس وقت خاندان عباس میں سب سے بڑے علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ اِنہی سے عباسیوں نے ظہور کیا۔ یہ حجاز چھوڑ کر حُمیمہ نامی مقام میں مقیم ہو گئے تھے۔ انہی کے وقت سے عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہو کہ ابو ہاشم بن محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اپنی عمر کے آخری دنوں میں علی بن عبداللہ کے یہاں حُمیمہ میں مقیم تھے۔ وفات کے وقت اُنھوں نے خلافت کا حق علی بن عبداللہ اور اُن کی اولاد کو بخش دیا اور اپنے حامیوں کو اُن کی نصرت و حمایت کی وصیت کی۔ چنانچہ اُسوقت سے شیعوں کا کیسانی گروہ علی بن عبداللہ بن عباس کا حامی بن گیا۔

لیکن بنی فاطمہ کے طرفدار شیعوں نے اسے تسلیم نہیں کیا، کیونکہ وہ محمد بن الحنفیہ کی امامت کے قائل نہ تھے۔ حضرت امام زین العابدین کی وفات کے بعد ان میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اُنکے ایک گروہ نے محمد الباقر بن زین العابدین (علیہما السلام) کی امامت پر زور دیا۔ باقی لوگوں نے خلافت کو ہر فاطمی کا حق قرار دیا۔ چنانچہ انہی کی ایک جماعت زید بن علی بن الحسین کی طرفدار ہو گئی اور "زیدیہ" کہلائی جو آجتک موجود ہے۔

خلافت کے لئے عملی جدوجہد شیعوں کی صرف دو جماعتوں نے کی تھی: کیسانی اور زیدی۔ اول الذکر علی بن عبداللہ بن عباس کے طرفدار ہو گئے تھے، اور آخر الذکر زید بن علی بن حسین اور اُنکے بیٹے یحییٰ کے۔

علی بن عبداللہ بن عباس اور محمد الباقر بن علی بن حسین، دونوں کی وفات تقریباً ایک ہی وقت میں ہوئی۔ اول الذکر کے حامی کیسانی شیعہ، اُنکے بیٹے محمد بن علی کے مددگار بن گئے، اور آخر الذکر کے حامی امامیہ شیعوں نے اُن کے بیٹے جعفر الصادق (علیہ السلام) کو امام تسلیم کر لیا۔ مگر آخری جماعت نے کوئی عملی اقدام نہیں کیا تھا۔

داعی اوّل

اب خاندان عباس بن عبدالمطلب کے سرگروہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ یہ بڑے عاقل اور دُور اندیش تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ سلطنت، ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں اچانک منتقل نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لئے عام رائے میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہو۔ چنانچہ انھوں نے جلد بازی سے پرہیز کیا، اور سکون و صبر سے دعوت پھیلانے کا سامان مہیا کرنا شروع کیا۔ انھوں نے اپنے حامیوں کو حکم دیا کہ اہل بیت کے لئے خلافت کی دعوت عام کریں مگر اہل بیت میں سے کسی خاص آدمی کا نام نہ لیں، کیونکہ اوّل تو جس شخص کا نام لیا جاتا، اُس کی جان خطرہ میں پڑ جاتی۔ ثانیاً اہل بیت کا نام شیعیان اہل بیت کی تمام جماعتوں کو متحد کر دیتا تھا، مگر خاندان و شخص کے تعین سے اختلاف و نزاع شروع ہو جاتا۔

انھوں نے انتہائی سیاسی دانشمندی سے اپنی دعوت کے لئے خراسان منتخب کیا۔ کوفہ چونکہ قدیم سے شیعان اہل بیت کا صدر مقام تھا لہٰذا اُسے مرکز قرار دیا۔

خراسان میں اس دعوت کی کامیابی کے دو سبب ہو سکتے تھے: ایک یہ کہ عجمی مسلمان، شیعی تخیل کو بآسانی سمجھ سکتا تھا، کیونکہ شیعی تخیل یہ ہو کہ خلافت، رسول اللہ صلعم کے اہل بیت میں منتقل ہو جائے۔ عجمی مسلمان چونکہ عربی عصبیت اور قرشی قبائل کی منافست سے متأثر نہ تھا، اس لئے اُس کی عقل میں مسئلہ خلافت کا بہترین حل یہی ہو سکتا تھا کہ پیغمبر کی خلافت، پیغمبر کے خاندان ہی میں ہو، جیسا کہ تمام عجمی شاہی خاندانوں کا دستور تھا کہ بادشاہ کے بعد اُس کا وارث اُس کا بیٹا ہوا کرتا تھا۔

دوسرے یہ کہ ایران ایک قدیم تمدن اور شاندار تاریخ کا مالک تھا۔ بنی اُمیہ نے اس ملک سے غلاموں کا سا برتاؤ کیا تھا۔ ایرانی عنصر، عربی عنصر کے سامنے بالکل حقیر کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا ایرانیوں کو قدرتی طور پر یہ خواہش تھی کہ موجودہ خلافت ختم ہو، اور اُن کی امداد و اعانت سے نئی سلطنت قائم ہو، تاکہ اُنھیں تو ی عزت و عروج حاصل کرنے کا نیا موقعہ مل سکے۔

ابن الفقیہ نے "کتاب البلدان" میں لکھا ہو کہ جب محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اپنے دعاۃ بھیجنے لگے تو اُن سے کہا:

"کوفہ، علی (علیہ السلام) اور اُن کی اولاد کی محبت میں سرشار ہو۔ بصرہ، عثمانی ہو اور امن و امان کا قائل ہو۔ وہ کہتا ہو قاتل نہ بنو، مقتول بن جاؤ۔ جزیرہ، گمراہ حروری (خارجی) ہو، وحشی بدوؤں اور نصاریٰ کے سے اخلاق والے مسلمانوں سے لبریز ہو۔ شام، آل ابی سفیان کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ بنی مروان کی اطاعت، شدید جہالت، سخت کینہ اُس کے خمیر میں ہو۔ رہا مکہ اور مدینہ تو اُن پر ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کا غلبہ ہو۔ لیکن ہاں خراسان کے دروازے تمھارے سامنے کھلے ہیں۔ وہاں عظیم آبادیاں ہیں، توانا شجاعت ہو۔ سلیم سینے ہیں۔ خالی دل ہیں، خواہشوں نے اُنھیں اگندہ نہیں کیا ہو، فساد نے اُنھیں بگاڑا نہیں ہو۔ وہ ایسی فوج ہیں جو توانا اور تنومند ہو، بھاری جسم، چوڑے شانے، اونچے قد، بڑے سر، داڑھیاں اور مونچھیں، ہولناک نعرے، شاندار زبانیں، میں مشرق سے نیک فال رکھتا ہوں، جہاں سے دُنیا کی شمع طلوع ہوتی اور مخلوق کا نور ظاہر ہوتا ہو"

خفیہ انجمن کا قیام

یہ خفیہ انجمن، علی بن عبداللہ بن عباس ہی کی زندگی میں قائم ہوئی یہ زمانہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس کے دو مرکز قرار دئے گئے: کوفہ اور خراسان۔ کوفہ میں علی بن عبداللہ کا غلام میسرہ مقرر کیا گیا اور خراسان میں محمد بن خنیس اور ابو عکرمہ سراج بھیجے گئے۔ نیز بارہ داعی یا نقیب منتخب ہوئے۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) سلیمان بن کثیر الخزاعی
(۲) مالک بن الہیثم الخزاعی
(۳) طلحہ بن زریق الخزاعی
(۴) عمرو بن اعین الخزاعی
(۵) عیسیٰ بن اعین الخزاعی
(۶) قحطبہ بن شبیب الطائی
(۷) لاہز بن قریظ التمیمی
(۸) موسیٰ بن کعب التمیمی
(۹) القاسم بن مجاشع التمیمی
(۱۰) ابو داؤد خالد بن ابراہیم الشیبانی
(۱۱) ابو علی الہروی شبل بن طہمان الحنفی
(۱۲) عمران بن اسمٰعیل المعیطی

ان کے علاوہ ۷۰ آدمی اور مقرر کئے گئے۔ ان کا کام یہ تھا کہ ان بارہ نقیبوں کے حکم پر عمل کریں۔ محمد بن علی نے ان سب کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو بمنزلۂ وصیت اور دستور العمل کے تھی۔

دوسری صدی ہجری کے آغاز سے دعوت شروع ہوئی اور ۱۳۲ھ تک جاری رہی۔ یہی وہ سال ہو جس میں عباسیوں نے کامیابی حاصل کی اور ابوالعباس السفاح کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم
(۳۰: ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی یہ تیسری قسط ہے۔ الہلال)

ریاض

ریاض، پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے نجد کا سب سے بڑا اور سب سے اہم شہر ہے۔ اُس میں بکثرت بلند عمارتیں موجود ہیں، مگر سب قدیم طرز کی ہیں۔ شاہی خاندان کے محل اپنی وسعت اور خوشنمائی میں ریاض کی تمام عمارتوں سے ممتاز ہیں۔ شہر کے گرد عظیم الشان شہر پناہ ہے۔ پُرانے مشرقی وضع کے پھاٹک لگے ہیں اور ضرورت کے وقت مقفل کردئے جاتے ہیں۔ ریاض کے چاروں طرف نخلستان پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مزرعۂ خاص خاندان شاہی کا ہے۔ اس میں دو چیزیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا: ایک گلاب اور دوسری کپاس۔ معلوم ہوتا ہے سلطان ابن سعود نے روئی کے یہ چند درخت اتفاقیہ طور پر نصب نہیں کر رکھے ہیں بلکہ نجد میں روئی کی کاشت جاری کرنی چاہتے ہیں جیسا کہ مجھ سے بعض ارکان حکومت نے اشارۃً بیان کیا تھا۔ اگر سلطان نے یہ کیا تو یقیناً ملک کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ باشندے مالا مال ہوجائیں گے۔

مدرسے

ریاض میں چند دینی مدرسے موجود ہیں۔ مگر ان کی حیثیت، قدیم مسجدی مکتبوں سے زیادہ نہیں۔ ان میں بچوں کو ضرورت بھر لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ نیز پورا قرآن بھی حفظ کرا دیتے ہیں۔ علوم دینیہ کی تکمیل میں لوگ اپنا زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ بہت تھوڑے آدمی ایسا کرتے ہیں۔ باقی ضرورت بھر تعلیم حاصل کرکے دُنیاوی کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قرآنی احکام کی رُو سے ضروری نہیں کہ تمام لوگ علوم دینیہ حاصل کریں۔ یہ کافی ہے کہ ایک منتخب جماعت ان میں مشغول رہے۔

مسجدیں

ریاض میں کل ۶ مسجدیں ہیں۔ ان میں کوئی زینت و آرائش نہیں ہوتی۔ فرش بھی نہیں ہوتا۔ گنبد بھی نہیں ہیں۔ اکثر میں چھت بھی نہیں ہے۔ جمعہ کی نماز صرف ایک مسجد میں ہوتی ہے۔ خطبہ سننے کا اہتمام اس درجہ شدید ہے کہ بعض لوگ صبح ہی سے آکر ممبر کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجدوں میں روشنی بھی زیادہ نہیں کی جاتی۔ ایک دو شمعوں سے کام لیا جاتا ہے۔ نماز فجر کے بعد روز صبح کو موذن، نمازیوں کی حاضری لیتا ہے۔ پہلے دن کی غیر حاضری پر ٹوپی چھین لی جاتی ہے۔ دوسرے دن کی غیر حاضری پر جبہ ضبط کر لیا جاتا ہے۔ تیسرے دن کی غیر حاضری پر جسمانی سزا دی جاتی ہے!

نماز جمعہ کے بعد بادشاہ یا اُس کا نائب، محل شاہی کے ایوان میں نمازیوں سے ملاقات کے لئے بیٹھتا ہے۔ اُس وقت تمام حاضرین کو پہلے چاء اور نجدی قہوہ پلایا جاتا ہے۔ آخر میں بخور دانیاں پھرائی جاتی ہیں جن میں مشک و عنبر سلگتا ہے۔

قصر شاہی

قصر شاہی بالکل عربی طرز کا ہے۔ اُس میں اینٹ چونے کے بڑے بڑے خوبصورت ستون کھڑے ہیں، جن کے نقش و نگار نہایت نظر فریب ہیں۔ دو منزلہ عمارت ہے۔ نچلی منزل میں دعوت کا وسیع ایوان ہے۔ اسمیں بیک وقت سیکڑوں مہمان بیٹھ سکتے ہیں۔ اطراف میں عام لوگوں کے لئے کھانے کے کمرے ہیں۔ نیچے کی منزل، گویا دعوت خانہ ہے۔ بالائی منزل میں وسیع ایوان ہیں۔ ایک ایوان میں خود سلطان کا کتب خانہ اور دفتر خاص ہے۔ ایک اور ایوان، ولی عہد امیر سعود کے لئے مخصوص ہے۔ باقی حصوں میں بڑے بڑے افسران اور شاہی طبیب کا قیام ہے۔ اسی محل کے متصل ایک اور محل ہے، اور اُس میں سلطانہ اور شاہی بیگمیں رہتی ہیں۔ زنانہ حزم و حشم کی تعداد ۴۰۰ ہے۔

سلطان ابن سعود

سلطان عبدالعزیز بن سعود، دراز قامت ہیں۔ جسم بھرا ہوا اور ٹھوس ہے۔ رنگ، گندمی ہے۔ آنکھیں چمکیلی ہیں۔ پیشانی، کشادہ ہے۔ عینک استعمال کرتے ہیں۔ غیر معمولی ذہانت، قوت ارادی، عزم و حزم، خوش مزاجی، تدبر، یہ وہ اوصاف ہیں جو سلطان کی صورت دیکھتے ہی آدمی محسوس کر لیتا ہے۔ عمر، ۵۰ کے قریب ہے۔ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں گولی لگی تھی۔ اُس کا نشان اب تک نمایاں ہے۔ وہ ہمیشہ سر جھکا کر چلتے ہیں۔ نجدی وضع کا زرکش جبہ پہنتے ہیں اور اُس کا ایک دامن عموماً، بغل میں دابے رہتے ہیں تاکہ تیز چل سکیں۔ پُوری قوم اُن سے محبت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھیں اپنی زندگی کا کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ وہ بغیر کسی محافظ کو ساتھ لئے بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

پہلی ملاقات

پہلی ملاقات ہی میں سلطان مجھ سے بالکل بے تکلف تھے۔ اُنھوں نے گفتگو میری مزاج پرسی سے شروع کی: "راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟" "میرے عہدے داروں نے کیسا سلوک کیا؟" "کسی بدّو نے کوئی شرارت تو نہیں کی؟" اسی قسم کے بہت سے سوال شروع کردئے۔ میں نے اپنے سفر کی تمام روداد سنا دی۔ جس قدر میری خاطر تواضع ہوئی تھی، تشکر یہ کے ساتھ اُس کا بھی ذکر کیا۔ جو کچھ امن و امان میں نے مشاہدہ کیا تھا، اُس کی طرف بھی اشارہ کیا۔ چوری، قزاقی، اور جرائم کی عدم موجودگی پر تعجب کا اظہار کیا۔

سلطان کی گفتگو

میری خاموشی کے بعد سلطان نے کہا:

"الحمد للہ ہمارے ملک میں ایک ہی دین اور ایک ہی مذہب ہے۔ تمام نجدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ فقہ اسلامی میں ۴ مذہب مشہور ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل کا مذہب، سنت رسول اللہ سے زیادہ قریب ہے۔ ہمارے عقیدے میں تمام مسلمان، باہم بھائی بھائی ہیں۔ نجد میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے "السلام علیکم" کہدینے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں خدا کے امان و سلام میں ہوگئے۔ تمام مسلمان، کلمۂ توحید پر جمع ہیں۔ تمام حبل المتین کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اس بنیاد پر ہماری سلطنت قائم ہے۔ ہم سلطنت کے بھوکے نہیں ہیں اور نہ فخر و غرور اور تن پروری کے لئے حکومت کرتے ہیں۔ زمین اللہ کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی یہ امانت ہمارے سپرد کی ہے۔ لہذا ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ایمانداری کے ساتھ یہ امانت ادا کردیں ہمیں شرک سے نفرت ہے۔ اگر ہمیں تمام مشرک ملکوں کی فرمانروائی بھی پیش کی جائے تو ہم اسے ہرگز منظور نہ کریں۔ ہم کسی سے بھی لڑائی پسند نہیں کرتے۔ حتی کہ کفار سے بھی نہیں۔ البتہ اُن کے لئے ہماری یہ دعا ضرور ہے کہ خدا اُنھیں صراط مستقیم دکھادے۔ جب تک وہ ہم سے تعرض نہیں کرتے، ہم بھی اُنھیں نہیں چھیڑیں گے۔ ہم اُن سے دُور رہنا چاہتے ہیں۔ ہم اُن سے تشبہ بھی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ حتی کہ اُن کا لباس بھی پسند نہیں کرتے۔ حقیقی مسلم وہ ہے جو اپنے دین کے اصول کی پیروی کرتا ہے۔ جو کوئی کفار کی تقلید کرتا ہے، وہ نہ اپنے دین میں کوئی بھلائی حاصل کرسکتا ہے نہ دنیا میں"

یہ گفتگو، اس جلیل القدر صحرائی بادشاہ کی ذہنیت پوری صفائی سے ظاہر کرتی ہے۔ صحراء عرب کے باشندے صدیوں سے قتل و غارت گری اور جرم و گناہ کے عادی تھے۔ صرف صحراء ہی کے نہیں بلکہ حجاز کے باشندے بھی۔ وہ کسی نظام و حکومت کی اطاعت کے عادی نہ تھے۔ لیکن یہ اسی سلطان کا تدبر و دبدبہ تھا جسنے اُنھیں اپنے آہنی ہاتھوں سے مطیع کیا اور امن و نظام قائم کردیا۔

طرز حکومت

نجد کی حکومت، قدیم وضع کی ہے۔ وہاں حکومت، علحدہ علحدہ شعبوں پر منقسم نہیں ہے۔ نہ مجلس حکومت ہے، نہ وزارت ہے۔ پوری حکومت، خود سلطان کی ذات ہے، اور اُن کا قانون، کتاب و سنت ہے۔ لیکن کیا مجال کہ کسی قسم کی بدنظمی پیدا ہوجائے۔ آمد و خرچ کے تمام حسابات مرتب رہتے ہیں، خود سلطان اُن کی نگرانی کرتے ہیں۔ ایک پیسہ کا بھی غبن نہیں ہوسکتا۔ برخلاف اس کے اسی صحرائی

بادشاہ نے حجاز میں آکر حکومت کی وضع دوسری کردی ہے۔ حجاز کی حکومت دفتری نظم کی حکومت ہے۔ وہاں کے لئے نجد کی سی حکومت موزوں نہ تھی۔

سلطان کی فیاضی

ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ مسلسل تین سال کی غیر حاضری کے بعد سلطان اپنے دارالسلطنت میں واپس گئے تھے۔ وہ ہم سے دو دن پہلے ریاض پہنچ چکے تھے۔ تاہم ہم نے اپنی آمد پر دیکھا کہ شہر مسرت و انبساط کے مؤثر نظاروں سے لبریز ہے۔ بے شمار وفد، نجد کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے تھے اور عقیدت و خلوص کا اظہار کررہے تھے۔ دوسری طرف سلطان کی فیاضیوں کا دروازہ کھلا تھا۔ کوئی نہ تھا جسے وہ اُس کی توقع سے زیادہ نہ دے رہے ہوں۔ اُن کی سخاوت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا "یقیناً یہ ایک ایسا آدمی ہے جو نہ دولت سے محبت کرتا ہے نہ فقر و فاقے سے ڈرتا ہے"

ملوکیت نجد کا اعلان

خوش قسمتی سے میں اُس تاریخی جلسے میں بھی شریک ہوسکا جو سلطان ابن سعود کو "ملک نجد" بنانے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ نجدیوں نے یہ دیکھ کر کہ سلطان ابن سعود اب ملک الحجاز ہوگئے ہیں۔ پسند کیا کہ اپنے ملک کے لئے بھی اُن کا یہی لقب قرار پاجائے۔

سلطان کی لڑکی کا عقد

اسی طرح ایک اور جلسے میں بھی مجھے شرکت کا موقعہ ملا۔ یہ سلطان کی بیٹی شاہزادی "سارہ" کی شادی کا جلسہ تھا۔ امیر فیصل ابن سعد سلطان کے بھتیجے سے اُن کا عقد ہوا ہے۔ مجھے دیکھ کر تعجب ہوا کہ نجد میں شادیاں کس قدر سادہ ہوتی ہیں۔ یہ خود سلطان کی لڑکی کی شادی تھی۔ مگر اس میں نہ کوئی اسراف تھا نہ دھوم دھام تھی از حد سادہ تقریب تھی۔ قصر شاہی کے ایوان میں فرش بچھا دیا گیا تھا۔ کھانے چنے گئے۔ دعوت ولیمہ کے بعد سلطان کے حکم سے ۵۰۰ بکریاں ذبح کی گئیں اور عام دعوت شروع ہوگئی۔ اس میں امیر غریب کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ہر کس و ناکس مدعو تھا۔

تجارت و زراعت

ریاض کے باشندے عام طور پر تجارت پیشہ ہیں۔ احسار، کویت، اور بحرین سے مال لاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ نجد کی ایک بڑی تجارت، موتی کی تجارت ہے۔ غواصی میں نجدیوں نے خاص شہرت حاصل کرلی ہے اور کافی دولت حاصل کرتے ہیں۔ ریاض کے اطراف میں زراعت کم ہے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ تجارتی شہر ہے نہ کہ زرعی۔

سلطان کے معمولات

سلطان کے معمولات یہ ہیں کہ کچھ رات رہے سے بیدار ہوجاتے ہیں۔ لیکن اپنے کسی خدمتگار کو بھی اتنے سویرے اپنی خدمت کے لئے نہیں بلاتے خود ہی پانی لیتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ فجر کی اذان سن کر مسجد جاتے ہیں۔ نماز کے بعد محل واپس آتے ہیں۔ اپنے خاندان کے ساتھ ناشتہ تناول کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے دفتر میں آبیٹھتے ہیں خطوط پڑھتے ہیں۔ سرکاری کاغذات ملاحظہ کرتے ہیں۔ احکام لکھتے ہیں طلوع آفتاب کے ایک گھڑی بعد تک یہی مشغولیت رہتی ہے۔ پھر ایوان عام میں تشریف لاتے ہیں۔ یہاں خاص لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں پھر "اخوان" کے وفد حاضر ہوتے ہیں۔ اُن سے بڑی ہی بے تکلفی سے باتیں شروع ہوتی ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی آزاد مزاج ہیں۔ اپنے بادشاہ کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں، گویا اپنے کسی بھائی کے سامنے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ بالکل وحشی ہیں۔ میں نے انھیں وحشی نہیں پایا بلکہ خیال میں ان کا یہ طرز خطاب اس لئے ہے کہ وہ اسے اتباع سلف صالح سمجھتے ہیں۔ وہ بڑی بے تکلفی سے "یا عبدالعزیز!" کہہ رہے تھے۔ ایک شخص نے میرا تعجب محسوس کرکے میرے کان میں کہا "یہ طریقہ خود سلطان ہی نے مقرر کیا ہے۔ وہ خطاب کے دوسرے طریقے قبول نہیں کرتا"

چاشت کے وقت ایک دوسرے ایوان میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ "مجلس کبیر" کہلاتی ہے۔ یہاں نجد کے بڑے بڑے شیوخ اور خاندان رشید اور خاندان عاید کے امراء سے ملاقات ہوتی ہے۔ اول الذکر خاندان حائل کا فرمانروا تھا۔ آخرالذکر ابہا کا۔ اب یہ دونوں ریاستیں، نجد کے ماتحت ہیں اور اُن کے شاہی خاندان، ریاض میں قید ہیں لیکن یہ قید ایسی ہے کہ اُن پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ شہر کے اندر اپنی نقل و حرکت میں بالکل آزاد ہیں اور نہایت عزت و احترام کا اُن سے برتاؤ کیا جاتا ہے۔

اس مجلس میں سلطان کی گفتگو عام معاملات پر ہوتی ہے۔ دین تاریخ، ادب، سیاست، ہر موضوع پر باتیں کرتے ہیں اور نہایت آزادی اور صفائی سے۔ اُن کی صاف گوئی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک دن سلطان نے ایک شامی اخبار مجھے دیا۔ اسمیں یہ خبر درج تھی کہ "سید عبداللہ بن عاید مکہ سے بھاگ گئے ہیں اور ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن سعود پر یورش کررہے ہیں"

سلطان نے کہا "اخبار نے یہ خبر لکھی ہے، حالانکہ سید عبداللہ یہاں، اس مجلس میں، موجود ہیں۔ ہم اور سید عبداللہ اور خاندان رشید، سب بھائی ہیں۔ ہم میں کوئی نزاع نہیں ہے"

سلطان کے قول کی تمام مجلس نے تصدیق کی۔ خصوصاً سید عبداللہ بن عائد نے۔

اس مجلس سے اُٹھ کر سلطان اپنے والد "عبدالرحمٰن بن سعود" سے ملاقات کو جاتے ہیں۔ اِن کی عمر اب نوّے سال کے قریب ہے مگر اب تک ہوش حواس بالکل درست اور قویٰ مضبوط ہیں۔ نہایت خوش اخلاق، خوش صحبت، خوش گفتار ہیں۔ والد سے رخصت ہوکر اپنی بڑی بہن شاہزادی "نورہ" سے ملنے جاتے ہیں۔ نجد میں بڑی بہن کی عزت بہت زیادہ کی جاتی ہے۔ سلطان حد سے زیادہ اُن کا احترام کرتے ہیں۔ یہ نجدی شاہزادی بھی اپنے عربی اخلاق میں غیر معمولی ہے۔ اس کی شرافت و سخاوت دور دور مشہور ہے۔ خود مجھ سے اس کا برتاؤ نہایت ہی شفقت کا تھا۔ روز میری خیریت دریافت کرتی تھی۔ میرے لئے اچھے اچھے کھانے بھیجا کرتی تھی۔

عشاء کے بعد سلطان کئی گھنٹے اپنے عہدے داروں سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں۔ ہر عہدے دار کے دفتر میں خود جاتے ہیں۔ دن بھر کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں اور ضروری مشورے اور ہدایتیں دیتے ہیں۔

یہ اُن کے روزمرہ کے معمولات ہیں۔ لیکن کبھی کبھی صحرا میں شکار کے لئے بھی جاتے ہیں۔ یہ سفر آجکل موٹروں پر ہوتا ہے۔

شیوخ نجد کا سلطان سے اختلاف

پچھلے دنوں مصری اخبارات نے یہ خبر مشہور کردی تھی کہ نجد کے سب سے بڑے شیوخ مثلاً فیصل الدرویش شیخ قبیلۂ اطاویہ اور سلطان بن مجاد شیخ قبیلۂ غطغط، سلطان ابن سعود کے مخالف ہوگئے ہیں ریاض میں اپنی موجودگی کے وقت میں نے بھی اس قسم کی خبریں سنی تھیں فیصل الدرویش کی مخالفت کی وجہ یہ بتائی گئی کہ پچھلے سال ایام حج میں محمل مصری کی فوج سے نجدیوں کا تصادم ہوگیا تھا، اُسمیں فیصل الدرویش کی رائے ہے کہ سلطان نے مصریوں کی طرفداری کی اور نجدیوں کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیا۔ لیکن یہ خبر غلط تھی۔ خود میں نے اپنی آنکھوں سے فیصل کو سلطان کی خدمت میں دیکھا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ عقیدت و اطاعت کا اظہار کررہا تھا۔

بلاشبہ سلطان بن مجاد کو کچھ شکایت ہوگئی تھی۔ یہ شکایت بعض شرعی احکام کی تطبیق کے بارے میں تھی۔ لیکن بہت جلد غلط فہمی دور ہوگئی اور وہ بھی سلطان کی خدمت میں پہنچ گیا۔

نجدیوں کا ایمان

تمام نجدیوں۔ بدوؤں اور شہریوں۔ کا پختہ ایمان ہے کہ آدمی صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرے اور اُس کی شریعت کی پابندی میں سرگرم رہے۔ ہر آدمی کی قسمت پہلے سے لکھدی گئی ہے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ ہرگز اُس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوسکتی لہذا اُسے موت سے بے خوف ہوکر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں مصروف رہنا چاہئے۔ ہر آدمی کو اُس کے عمل کی جزاؤ سزا ملے گی۔ نیکی کا ثواب حاصل ہوگا۔ بدی پر عذاب پائے گا۔ یہی باعث ہے کہ وہ ہر قسم کے گناہوں اور جرموں سے، خفیہ اور علانیہ، پرہیز کرتے ہیں۔

شوق جہاد

جنگ کو وہ عبادت سمجھتے ہیں۔ دین الٰہی کے دشمن کا قتل، عظیم ترین ثواب خیال کرتے ہیں۔ دین کی راہ میں خود قتل ہوجانا، شہادت عظمیٰ تصور کرتے ہیں۔ اس بات پر انھیں اس درجہ یقین ہے کہ بڑے ہی شوق سے جنگ پر جاتے ہیں۔ ہر بدو اپنا کفن اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ نہایت بے پروائی سے اپنے تئیں موت کے حوالے کردیتے ہیں۔ جب اُن کا کوئی ساتھی لڑائی میں گرتا ہے، تو یک زبان نعرہ مارتے ہیں "داخليلاه! لقد سبقتني الى الجنة!" (اے دوست! مجھ سے پہلے ہی جنت میں داخل ہوگیا!) جب دشمن کو بھگا دیتے ہیں تو چلاتے ہیں "يا اهل التوحيد! يا اهل التوحيد! اياك نعبد واياك نستعين" (اے اہل توحید! خدایا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں!)

وہ گولیوں کی باڑھ کو "ريح الجنة" (جنت کی ہوا) کہتے ہیں اور انتہائی شوق و رغبت سے سینے تانے دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں وہ اس موت کو موت نہیں، زندگی خیال کرتے ہیں۔ اگر اُن کے کسی آدمی کی پیٹھ پر گولی لگتی ہے تو اُسے بزدل کہتے اور سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کا قول ہے "ہمیشہ سینے پر زخم کھاؤ۔ پشت کبھی نہ دکھاؤ۔ موت اٹل ہے، اُس سے کہاں بھاگ سکتے ہو؟ شہادت کی موت مرکر سرمدی زندگی حاصل کرو!" میدان سے بھاگنا اُنکے خیال میں ایسا عیب ہے کہ ایسے شخص کو دفن تک نہیں کرتے۔ یہی باعث ہے کہ وہ مرجاتے ہیں مگر بھاگتے نہیں۔ اُن کی یہ ثابت قدمی، بالآخر اُن کے دشمن کے حوصلے پست کردیتی ہے اور وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

نجدیوں کی یہ شجاعت و بسالت، عرب میں اس قدر مشہور ہوگئی ہے کہ لوگ اُن کے نام ہی سے ڈر جاتے ہیں۔ چند نجدی سوار، سیکڑوں آدمی بھگا دیتے ہیں۔ حجاز کی جنگ، اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے۔ حجازی فوج اس قدر مرعوب ہوگئی تھی کہ بے لڑے ہتیار ڈال دیتی تھی۔ حائل، احسار، اور قطیف وغیرہ ممالک کی فتح بھی زیادہ تر اسی رعب کی وجہ سے ہوئی تھی۔

موت کے بعد

نجدی، سنت نبوی کی اتباع میں بہت ہی سخت ہیں۔ اپنے مقتولوں اور مُردوں کا ماتم نہیں کرتے۔ قبروں پر گنبد اور عمارتیں نہیں بناتے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد جس طرح آدمی کی دنیاوی زندگی ختم ہوجاتی ہے، اُسی طرح اُس کا عمل بھی منقطع ہوجاتا ہے۔ کہتے ہیں مُردوں کو ہماری ظاہری تکریم و تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں وہ ہم سے بے نیاز ہوگئے ہیں۔ آخرت میں انھیں جو درجہ ملے گا وہی اصلی درجہ ہے۔ ہمیں انکے لئے اسی کی دعا کرنی چاہئے۔

بریدِ شرق

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

فقید الشرق احمد سعد زغلول پاشا مرحوم

ذیل کی مراسلت معمول سے زیادہ طویل ہے۔ ہم نے بڑا حصہ حذف کر دیا ہے۔ اسپر بھی ہمیں خوف ہے کہ یہ آجکی اشاعت کا بڑا حصہ روک لے گا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ حادثہ کی غیر معمولی اہمیت اور شخص موضوع کی عظمت دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ جگہ نکالی جائے۔

مصر میں اس ہفتہ اہم ترین واقعہ، احمد سعد پاشا زغلول کی بالکل غیر متوقع وفات ہے۔ عین اُسوقت جبکہ میں اُن کی بحالیٔ صحت، اور شاہ مصر کی سیاحت انگلستان، کے نتائج پر بحث کرنا چاہتا تھا، اچانک یہ حادثۂ جانکاہ پیش آگیا۔ حیران ہوں اپنا یہ مکتوب کس طرح شروع کروں؟ مرحوم کی سوانح عمری بیان کروں؟ اُن نقصانات کا ذکر کروں جو اس واقعہ سے مصر کو پہنچ سکتے ہیں؟ اُن کے جنازہ کے شاندار جلوس کا ذکر کروں؟ اُنکی جلیل القدر حرم کا ماتم لکھوں؟ وہ نوحہ و بکا بیان کروں جو اسوقت تمام ملک میں برپا ہے، جس کا شور میں ان سطور کی تحریر کے وقت بھی سُن رہا ہوں، اور جس کا بیان یقیناً میری قدرت سے باہر ہے۔ میں شارع درب الجمامیز میں مقیم ہوں۔ میرے گردوپیش میں جتنے مکان ہیں، ماتمی آثار و علائم سے غمناک ہیں۔ عورتوں اور بچوں تک کے چہرے انکے دلی حزن و ملال کی شہادت دے رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا قاہرہ کے ہر گھر میں اس کے کسی قریبی عزیز کا ماتم پیش آگیا ہے۔

آغازِ مرض

۱۵ اگست کو مرحوم کے کان میں خفیف سا التہاب ظاہر ہوا اور بالآخر یہی شکایت مہلک ثابت ہوئی۔ وہ اپنے دیہاتی مقام "مسجد وصیف" میں مقیم تھے۔ مرض کی نوعیت دیکھ کر ڈاکٹروں نے رائے دی کہ فوراً قاہرہ واپس آجائیں۔ چنانچہ قاہرہ لائے گئے اور یہاں کے اطبا سے معائنہ کرایا گیا۔

قاہرہ پہنچ کر طبیعت بحال ہوگئی تھی۔ لیکن گزشتہ دوشنبہ کو مرض نے از سرِ نو حملہ کیا۔ ۸ بجے رات کو دائیں پہلو میں درد محسوس ہوا۔ منگل کے دن حرارت برابر بڑھتی رہی۔ صبح ۸ بجے مرحوم نے اپنی حرم سے اچانک کہا "میں ختم ہوگیا!" یہ کہتے ہی زبان بند ہوگئی۔ اور اسی دن یعنی ۲۳ اگست کی رات کو ۱۰ بجے طائرِ روح پرواز کر گیا!

انا للہ وانا الیہ راجعون!

خبر کیونکر مشہور ہوئی؟

وفات کے دن صبح ہی سے مرحوم کے مکان میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وفات کے وقت ڈاکٹروں کے علاوہ مرحوم کے وفادار مرید اور بھانجے فتح اللہ پاشا برکات بھی بسترِ مرگ کے پاس موجود تھے۔ وفات کے بعد ہی وہ نیچے کی منزل میں اُتر آئے۔ حاضرین نے دوڑ کر حالت دریافت کی۔ مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ سب حیرت میں تھے اور طرح طرح کے قیاسات لگا رہے تھے۔ اسی اثنا میں اوپر سے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسپر حاضرین، دوبارہ فتح اللہ پاشا کی طرف دوڑے۔ وہ اب بھی چپ تھے۔ لیکن اُنھوں نے زور سے اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ مارے۔ یہ اشارہ کافی تھا۔ ایک لمحہ کے لئے سب پر سناٹا چھا گیا۔ پھر بیک وقت سب کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ یہ حادثہ ایسا دل ہلا ڈالنے والا تھا کہ رونے پر کسی کو ملامت نہیں کی جاسکتی تھی۔ کہرام مچ گیا تھا۔ عین اُسوقت ڈاکٹر شفیق اوپر سے اُتر کر آئے اور مضبوط آواز میں چلائے "سوگوار بیوہ پر رحم کرو۔ تمھارا رونا اُسے ہلاک کر ڈالے گا۔ سعد مر گئے، لیکن اگر تم چاہو تو اُنھیں اپنے دلوں میں ہمیشہ زندہ رکھ سکتے ہو۔"

مگر یہ وقت نصیحت سُننے کا نہ تھا۔ نالہ و بکا برابر بلند رہا۔ قرب و جوار کے لوگوں نے سُنا تو اُن پر بھی یہی حالت طاری ہوگئی۔ چشم زدن میں یہ مشئوم خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اب کوئی نہ تھا جو اس حادثۂ قوم و ملت پر ماتم نہ ہو!

اُسی وقت تار کے ذریعہ تمام دُنیا میں خبر پھیل گئی۔

سعد پاشا کی بیوہ

سعد پاشا کی وفات پر اُن کی بیوی کا جو حال ہوگا، ظاہر ہے۔ مصر میں اِن دونوں کی محبت ضرب المثل اور تمام مردوں اور عورتوں کے لئے نمونہ تھی۔ سعد پاشا کو اُن سے اس درجہ محبت تھی کہ اگرچہ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر اُنھوں نے کبھی دوسری شادی کا خیال نہیں کیا۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ مرحوم نے اپنی تمام دولت اور جائداد بھی اپنی بیوی کو باضابطہ ہبہ کردی تھی۔ ظاہر ہے، ایسے وفادار شوہر کی موت اور پھر اُس شوہر کی موت جس کی عظمت ساری دنیا تسلیم کرتی تھی، اُس کی بیوی کے لئے کیسی عظیم مصیبت ہوگی؟ ادھر کئی سال سے یہ معزز خاتون بیمار ہے۔ ڈاکٹروں نے سختی سے ممانعت کر دی تھی کہ مریض کی خدمت میں حصہ نہ لے۔ مگر اُسنے صاف انکار کر دیا۔ وہ اس قدر ناتواں تھی کہ بمشکل چل سکتی تھی۔ اسپر بھی تیمارداری میں ہمہ تن مشغول رہتی تھی!

اخبارات نے وہ مؤثر مناجات شائع کر دی ہے جو بیوہ نے اپنے متوفی شوہر کی نعش کو مخاطب کر کے کی تھی۔

مجلس وزراء

اطلاع پاتے ہی مجلس وزراء کا ایک فوری جلسہ منعقد ہوا اور اُسنے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

"وزارت، انتہائی رنج و الم کے ساتھ مصری قوم کو اُس کے عظیم رہنما، سعد پاشا زغلول کی وفات کی جانکاہ خبر پہنچاتی ہے۔ مختصر بیماری کے بعد موت کے بے پناہ ہاتھ نے قوم کے رہنما، اُس کی اُمیدوں کے مرکز، اُس کی بیداری کے قائد، اُس کی حمایت کے علمبردار کو ذرا بھی مہلت دیئے بغیر چھین لیا۔ خدا مرحوم پر اپنی رحمت نازل کرے اور قوم کو صبرِ جمیل عطا فرمائے"

جنازہ

رات بھر مرحوم کے مکان میں زائرین کا ہجوم رہا۔ دوسرے دن صبح ۹ بجے تمام وزراء اور سفراء دول بھی پہنچ گئے۔ بارہ بجے دن کو نعش بالائی منزل سے نیچے لائی گئی۔ اُسپر صرف کفنی تھی۔ کوئی قیمتی چادر نہ تھی۔ نیچے آتے ہی پھولوں کی بارش شروع ہوگئی۔ بے شمار ٹوکرے پھولوں سے بھرے ہوئے، لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ نعش دیکھ کر ایک مرتبہ پھر گریہ و بکا برپا ہوگیا!

اب مصری فوج بھی پہنچ چکی تھی۔ جنازہ سرکاری طور پر اُٹھنا طے پایا تھا۔ تمام سرکاری عہدے دار، امراء، وزراء، سفراء، پارلیمنٹ کے ممبر، مسلمان، قبطی، رومی، ارمن، یہودی فرقوں کے علماء، کاہن، ربی، اور احبار اپنے اپنے خاص لباس میں موجود تھے۔

جب تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں تو سعد پاشا کی بیگم سیاہ نقاب مُنہ پر ڈالے برآمد ہوئیں۔ وہ ضعف سے چل نہیں سکتی تھیں۔ کئی عورتوں کے سہارے وہ اپنی موٹر تک پہنچیں، مگر بیٹھنے سے پہلے ہی بیہوش ہوگئیں۔ فوراً منعش دوائیں دے کر اُنھیں ہوش میں لایا گیا۔ اب وزراء اور فوجی افسروں نے نعش اپنے کاندھوں پر اُٹھائی اور توپ کی گاڑی پر رکھی۔ اسوقت کا منظر ناقابل بیان ہے۔ معلوم ہوتا تھا، مصر کا آسمان و زمین ماتم کر رہا ہے۔ رونے والی عورتوں اور مردوں کی چیخیں باہم مل گئی تھیں۔ کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ نہیں معلوم رونے والوں میں کتنی قوت پیدا ہوگئی تھی: اور اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کے کتنے دریا سما گئے تھے کہ نوحہ و بکا کا سلسلہ کسی طرح بھی رُکنے پر نہیں آتا تھا!

مصری علم

اسوقت محبت و عقیدت کا ایک جھگڑا پیش آگیا۔ فوج کے افسروں نے نعش اُٹھانے سے پہلے کہا "جنگی روایات کی رو سے ضروری ہے کہ مرحوم کی نعش پر مصر کا فوجی پرچم ڈالا جائے،" ساتھ ہی اُنھوں نے اپنا پرچم پیش بھی کردیا۔ مگر مرحوم کی بیوہ نے اس سے انکار کیا۔ اُنھوں نے ایک ریشمی علم پہلے سے طیار کر لیا تھا۔ اُنھوں نے اصرار کیا کہ نعش اسی میں لپیٹی جائے۔ مجبوراً افسروں کو اپنی ضد سے باز رہنا پڑا۔

اس کے بعد ملکی افسروں نے کہا "مرحوم کے تمام تمغے اُن کی نعش پر رکھے جائیں، کیونکہ وہ ہماری جماعت کے آدمی تھے۔" مگر بیگم زغلول نے اس سے بھی انکار کیا۔ اُنھوں نے کہا "سب سے بڑا تمغہ مصری علم ہے۔ اس تمغہ پر کوئی دوسرا تمغہ نہیں رکھا جاسکتا"

جوں ہی نعش توپ پر رکھی گئی، منادی نہایت ہی بلند آواز سے چلایا "لا الٰہ الا اللہ — البقاء للہ" ہر طرف سے نعرے بلند ہوئے "رحماک یا سعد!" عورتیں چلائیں "فلتحی ذکری سعد!"

ایک عجیب قیامت برپا ہوگئی - اگر فوج اور پولیس کا انتظام غیر معمولی نہ ہوتا تو یقیناً بے شمار جانیں ضایع جاتیں - کیونکہ نعش کے بلند ہوتے ہی ہزاروں آدمیوں نے بیک وقت آگے بڑھنا شروع کردیا - ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ سعد کی نعش کا بوسہ لے لے، یا کم سے کم اُسے چھو ہی لے - مگر فوج اور پولیس نے پُرجوش مجمع کو روک دیا اور ٹھیک ۸ بجے جنازہ روانہ ہوگیا

جلوس میں سب سے آگے فوج کا ایک بڑا دستہ اپنا جنگی باجا بجا رہا تھا - اُس کے بعد مزدوری پیشہ طبقہ کی مختلف جماعتیں تھیں - ریلوے کے مزدور، کارخانوں کے مزدور، گاڑی بان، لوہار، حجام، غرضکہ مختلف پیشہ وروں کی علحدہ علحدہ صفیں تھیں - انکے پیچھے پھر فوج اپنے باجے کے ساتھ تھی - اس کے پیچھے مختلف تجارتی کمپنیوں کے مزدور اور کارکن تھے: چھاپے خانوں کے مزدوروں کی صفیں، انکے بعد تھیں - پھر . . . . .

مگر میرے لئے یہ تمام تفصیل بیان کرنا ناممکن ہے - صرف اس قدر کہدینا کافی ہے کہ قاہرہ میں جتنی جماعتیں اور فرقے موجود ہیں، جتنے مدارس قائم ہیں، جتنی انجمنیں، . . . . . . بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ جتنی بھی مخلوق موجود ہے: اُس کا بڑا حصہ جنازے کے ساتھ ماتم کناں موجود تھا!

اس جلوس میں ایک قابل ذکر بات یہ تھی کہ اُس میں ہر طرف ہلال اور صلیب، دونوں کے علم بلند تھے - دونوں ہوا میں ملتے تھے اور ہم آغوش ہوجاتے تھے - یہ نظارہ نہایت ہی پُراثر تھا - یہ اس حقیقت کا ثبوت پیش کررہا تھا کہ مصر میں اب ایک ہی عنصر باقی ہے، اور وہ آزادی خواہ مصری قوم ہے - اور یہ کہ سعد زغلول کسی ایک فرقہ کا رہنما نہ تھا، بلکہ مصر کے تمام فرقوں کا یکساں طور پر رہنما تھا - وہ جس طرح مسلمان مصریوں کا محبوب تھا، اُسی طرح مسیحی مصریوں کا بھی محبوب تھا!

نماز جنازہ

ٹھیک ۹ بجے جنازہ، مسجد قیسون میں پہونچا - یہاں لاکھوں مخلوق نے نماز جنازہ ادا کی - صفوں میں سیکڑوں قبطی عیسائی، اور مصری یہودی بھی مسلمان نمازیوں کے دوش بدوش کھڑے تھے، اور اپنے سردار کی مغفرت کے لئے رب العالمین سے الحاح وزاری کررہے تھے!

قبر پر!

نماز کے بعد جنازہ پھر آگے بڑھا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا - قبر کے قریب پہنچکر جلوس رکا - ۷ آدمیوں نے گاڑی پر سے نعش اُتاری - ان میں دو قبطی عیسائی بھی شامل تھے - قبر میں نعش اُتارنے والے بھی یہی لوگ تھے - اس وقت کا ماتم ناقابل بیان ہے - دنیا کا کوئی قلم بھی اُسے نہیں لکھ سکتا - ایسا ماتم تھا کہ دل ہلے جاتے تھے - ۶ معزز آدمی بیہوش ہوکر گر پڑے!

اس تمام دوران میں قلعہ سے توپیں دغتی رہی تھیں - مسیحی گرجوں کے گھنٹے بج رہے تھے - تکبیروں کے نعرے بلند ہو رہے تھے - قاہرہ، پورے معنی میں نشانِ غم بن گیا تھا -

مٹی دینے سے پہلے فتح اللہ باشا برکات قبر میں اُترے اور مرحوم کو آخری سلام کرکے نکل آئے -

وزیر داخلیہ کی تقریر

اس مؤثر موقعہ پر جعفر والی باشا وزیر داخلیہ کھڑے ہوئے اور کہا:

"سعد مر گیا - اُف، کیسی سخت مصیبت درپیش ہے! یہ ایسی مصیبت ہے جس کا غم کبھی دُور نہیں ہوگا - سعد پاشا نے جن اعلیٰ اصول پر اپنی زندگی قربان کی، الحمدللہ اب وہ اصول تمام مصری قوم کے دلوں میں راسخ ہوچکے ہیں - اگر یہ جلیل القدر وجود اپنے جسم سے دُور ہوگیا ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں، اُس کی روح ہمارے اندر برابر زندہ رہے گی - ہم سب ایک ایک کرکے اسی طرح مرجائیں گے، مگر قوم اس شخص کی پیدا کی ہوئی روح سے ہمیشہ زندہ رہے گی!"

پارلیمنٹ کی تعزیت

وفات کے دوسرے دن پارلیمنٹ کے تمام ممبر "بیت الامہ" (یعنی قوم کا گھر - یہ اُس مکان کا نام ہوگیا ہے جس میں سعد پاشا رہتے تھے) میں جمع ہوئے، اور بیگم زغلول کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

"مرحوم و مغفور رہنما کی حرم محترم!

"یہ موقعہ ہمارے لئے نہایت ہی دردناک ہے کہ بیت الامہ میں جبکہ وہ سعد سے خالی ہوچکا ہے، اُس کی رفیق حیات کی تعزیت کو حاضر ہوں -

"معزز خاتون! مصری قومیت کی تعمیر میں سعد نے پہلی اینٹ رکھی - اُسنے پوری سرزمین مصر کو ایک قوم بنا دیا اور اُس کا ایک ہی نعرہ قرار دیدیا: وہ نعرہ، کامل آزادی کا نعرہ ہے - اُسنے پوری قوم کی ایک صف بنادی - خود آگے کھڑا ہوا، اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا - اُسنے آزادی کی صفیں آگے بڑھائیں - عزت و عظمت کی راہوں میں داخل ہوا - تمام مشکلیں حل کرڈالیں - رکاوٹیں دور کردیں اپنی بے نظیر قربانیوں سے منزل مقصود قریب کردی - اپنی بے مثل شجاعت سے ناممکن کو ممکن بنا دیا!

"سعد، دستوری حکومت کا باپ تھا، محافظ تھا، سپہ سالار تھا سپاہی تھا - پارلیمنٹ کا سب سے پہلے کھولنے والا تھا - منبر خطابت کو سب سے پہلے ہلا ڈالنے والا تھا - حکومت کے ایوان میں سب سے پہلے اُسی کی حق گو آواز گونجی تھی!

"سعد ہی نے پارلیمنٹ کے اصول مقرر کئے - ضوابط بنائے - دستور العمل مرتب کیا - اُس کی عزت بڑھائی - اُس میں عظمت پیدا کی اُسے قوت بخشی - اپنے جاہ و جلال کا ایک عظیم پرتو اُس پر ڈالا، اور وہ پُرجاہ اور پُرجلال بن گئی . . . .

"سعد اپنی صدارت کی کرسی پر حق و باطل کی سچی میزان تھا - دُور اور نزدیک کے لئے روشنی کا ستون تھا - فصاحت میں صادق البیان تھا - پیری میں شبابِ عزم تھا - فیصلہ کی عظمت تھا - لفظ میں بلاغت تھا - حجت بالغہ تھا - آیۃ اللہ تھا - ہدایت کا نور تھا عقل کا ستون تھا - خطابت کا امام تھا . . . .

"محترم خاتون! اسوقت جبکہ حزن و ملال نے آپ کو اپنی موجوں میں لے لیا ہے، اور جبکہ سعد پر رب کریم کی نظر عنایت پڑ رہی ہے، ہم اپنے زخمی دلوں کے ساتھ تعزیت پیش کرتے اور قسم کھاتے ہیں کہ جب تک زندگی باقی ہے کامل آزادی کے حصول کی جد و جہد جاری رکھیں گے اور پورے اتحاد و اتفاق کے ساتھ دستور حکومت کی حفاظت کریں گے -

"محترم خاتون! سعد نہ آپ کا تھا نہ ہمارا تھا - وہ خدا کا تھا اور وطن کا تھا - اُسنے اپنی تمام جرأت و ہمت، عظیم قربانیاں، عزم راسخ، غرضکہ جتنی بھی مافوق العادت قوتیں اُسے ملی تھیں، سب کی سب اپنے وطن کی خدمت پر وقف کردی تھیں، یہاں تک کہ موت آگئی، اور اُسے شہادت نصیب ہوئی - سعد، شہید وطن ہے!

"سعد اپنی قبر میں آرام سے سوئے، کیونکہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ گیا ہے جو اُسے کبھی فراموش نہیں کرے گی - پس سعد پر اُس کی زندگی میں سلام ہو اور موت کے بعد قبر میں بھی . . . . ."

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ فتح اللہ باشا نے بالائی کمرے سے چلا کر کہا: "حضرات! سعد باشا کی حرم محترم آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ خاموش ہوجائیے - وہ کہتی ہیں کہ آپ کی تقریر سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے - آپ کی ہمدردی کی از حد شکر گذار ہوں - میری زبان اُس کے اظہار سے قطعاً عاجز ہے - خدا سے میری دعا ہے کہ آپ سب کے سلامت رکھے - زندہ باد مصر!"

سعد پاشا کی حرم کا بیان

صفیہ ہانم زوجہ محترمہ سعد پاشا مرحوم نے قوم کے نام حسب ذیل بیان شایع کیا ہے:

"میرے فرزندو!

"اگر سعد، جوارِ خداوندی میں پہنچ چکا ہے، مجھ اکیلی کا سعد ہوتا، تو اُس کی موت پر تمھاری تعزیتوں کا شکریہ ادا کرتی لیکن وہ پورے مصر کا سعد تھا - وہ مصر کا سپہ سالار تھا - امین تھا - اُسکی موت کی مصیبت، خود تمھاری مصیبت ہے - اُس کا ماتم خود تمھارا ماتم ہے - اگر مجھے شکریہ ادا کرنے کا کوئی حق پہنچ سکتا ہے تو وہ صرف اس لحاظ سے کہ اُس کی محبت مجھے حاصل تھی - اُس کی نیکی مجھ پر دائمی تھی اُس کے نام کی عزت مجھے نصیب ہوئی تھی - اُس کی وجہ سے تمھاری محبت اور قومی حکومت کی شفقت مجھے میسر آئی - اگر اپنا حق میرے لئے منظور کرو تو میرا شکریہ قبول کرلو - ایسا شکریہ، جس کے اخفا کی قدرت میرے دل میں نہیں ہے اور جس کے اظہار سے میری زبان قاصر ہے!

"میرے بچو! سعد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک اعلیٰ مطمح نظر تھا - سعد مر گیا، مگر الحمدللہ یہ مطمح نظر ہنوز باقی ہے - اُس کی محبوب شکل ہم سے اوجھل ہوگئی، مگر اُس کی قیمتی یاد ہمارے دلوں میں زندہ رہے گی، والذکریٰ تنفع المؤمنین!

"اگرچہ اُس کی جدائی کے غم نے ہمارے دل توڑ ڈالے ہیں لیکن آؤ، اس غم کو مزید حمیت و شجاعت کا ذریعہ بنائیں - یہ غم ہماری ہمتیں بلند کرنے والا اور ہم میں ایک بالکل نیا جوش پیدا کرنے والا ہو کیونکہ شریف غم ایک ایسی قوت پیدا کردیتا ہے جو بے روک ہوتی ہے، ایسی ہمت لاتا ہے جو لامتناہی ہوتی ہے - اگر سعد کا ہم پر کوئی حق ہے تو وہ حق یہی ہے کہ ہم امید کو نہ چھوڑیں، کیونکہ یہ پودا اُسی کا لگایا ہوا ہے - ہم اُس کے حسن ظن کے مطابق ثابت ہوں - اُس کا کام پورا کریں - اُس کی رکھی ہوئی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کردیں - مصر کو یاد رکھیں مصر کے سوا سب کچھ بھول جائیں - مصر ہی ہمارا مبتدا و منتہا ہے - اُسی سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی کی خاک میں مل جانے والے ہیں - اگر ہم ایسا کرینگے تو یقین کرو، سعد کو اپنی صفوں میں پائیں گے - بلکہ ہر خادم وطن، ہر مجاہد وطن، سعد کو اپنے دل کے اندر دیکھے گا - یہ اس لئے کہ سعد، جس سے ہم محبت کرتے اور جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہتے ہیں، دراصل ہمارا وہ مطالبۂ حق ہے جس کے لئے ہم کوشاں ہیں - یعنی آزادی، یعنی خود مختاری - اسی پر ہم جینگے اور اسی پر مرینگے!

"میرے عزیزو! آج مصر تمھاری طرف دیکھ رہا ہے، تم بھی اُسے دیکھو - وہ تمھیں پکار رہا ہے، تم بھی اُس کی آواز سنو - تم نے کبھی اُس کی پکار سے کان بند نہیں کئے - آج پھر اُس کی طرف دوڑو، بے شک سعد مر گیا، مگر مصر زندہ رہے! بے شک قوم کا رہنما مر گیا، مگر قوم زندہ رہے! قومی آرزوؤں کا نشان مٹ گیا مگر قومی آرزوئیں زندہ ہیں - آؤ ہم بڑھ کر سعد کا جھنڈا اپنے کاندھوں پر اٹھا لیں - وہی اللہ جس نے مصر کے لئے ظلمت غفلت کے بعد نور بیداری کی راہ باز کردی تھی! ہمیں آیندہ بھی راہِ راست دکھائے گا، اور قوم کے لئے سعد کا نعم البدل پیدا کردے گا . . . ."

سعد پاشا کی یادگار

مجلس وزارت نے سعد پاشا کی یادگار قائم کرنے کے لئے حسب ذیل تجویزیں منظور کی ہیں:

(۱) مرحوم کا ایک بلند مجسمہ قاہرہ میں اور ایک اسکندریہ میں قائم کیا جائے - یہ دونوں مجسمے مرحوم کو بحالت خطابت میں ظاہر کرینگے -

(۲) "بیت الامہ" (سعد پاشا کا مکان) خرید کر قومی عمارت بنادی

جائے۔ اُس کا نام بدستور یہی رہے گا۔ مرحوم کی بیوہ کو زندگی بھر اُسمیں رہنے کا حق ہوگا۔

یہ مکان مرحوم نے ۱۹۰۱ء میں تعمیر کیا تھا۔ اور اپنی حرم محترم پر وقف کر دیا تھا۔ وزارت نے طے کیا ہے کہ مکان کا وہ تمام سامان اُسی ترتیب سے باقی رکھا جائے گا، جس طرح مرحوم کی وفات کے وقت تھا۔ حتّیٰ کہ مرحوم کے کپڑے بھی محفوظ رکھے جائیں گے۔ اِن کپڑوں میں ایک سرخ جبّہ بھی ہے جو وہ اپنے وطنی لباس کے اوپر پہنا کرتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا بھی تمام سامان علیٰ حالہ رکھا رہے گا۔ گھر کی ہر چیز پر لکھا جائے گا کہ کب خریدی گئی؟ کیوں خریدی گئی؟ اور مرحوم اُس سے کیا کام لیتے تھے؟

(۳) بیت الامہ ہی میں مرحوم کی نعش دفن کی جائے گی۔ اُن کی موجودہ قبر عارضی ہے۔ اِس نئے انتظام کی تکمیل اور جدید شاندار مقبرے کی تعمیر کے بعد نعش یہاں منتقل کر دی جائے گی۔

(۴) سعد پاشا "ابیانہ" گاؤں کے جس مکان میں پیدا ہوئے تھے، وہ بھی خرید لیا جائے اور اُس میں شفاخانہ یا مدرسہ جاری کر دیا جائے۔

(۵) پایۂ تخت میں ایک عظیم الشان شفاخانہ یا یتیم خانہ قائم کیا جائے اور مرحوم کے نام پر اُس کا نام رکھا جائے۔

تعزیت کے پیغام

بیگم زغلول کے نام دُنیا بھر سے تعزیت کے پیغام آ رہے ہیں۔ بڑے بڑے آدمیوں اور بادشاہوں نے تار بھیجے ہیں۔ اِس سلسلہ میں سب سے پہلا پیغام سلطان ابن سعود اور اُن کے بیٹے امیر فیصل کا تھا۔ اِن دونوں نے نہایت رنج و ملال کا اظہار کیا ہے اور اِس حادثہ کو تمام مشرق کے لئے عظیم خسارہ بتایا ہے۔ اگر میں اِن تمام پیغاموں کا ذکر کروں تو چٹھی بہت طویل ہو جائے گی۔

یورپین اخبارات کے افکار

یہ معلوم کرنا نہایت اہم ہے کہ زغلول پاشا کی وفات کو یورپ کے اخبارات نے کس نظر سے دیکھا ہے؟ خصوصًا برطانی اخباروں نے کس طرح اظہارِ خیال کیا ہے؟

ٹائمس آف لنڈن لکھتا ہے:

"زغلول پاشا نے معاملاتِ مصر میں جو حصہ لیا، اُس کے متعلق تاریخ کا فیصلہ کچھ ہی ہو، لیکن یہ یقینی ہے کہ تاریخ اُنھیں مصرِ جدید کا سب سے بڑا آدمی شمار کرے گی۔ وہ اپنے اندر ایک حیرت انگیز زندہ روح رکھتے تھے، اگرچہ زیادہ مضبوط جسم کے مالک نہ تھے۔ وہ اپنی جسمانی بناوٹ اور شکل و صورت میں مصری "فلاح" (کسان) کا مکمل نمونہ تھے۔ زبردست شخصیت اور اخلاق رکھتے تھے۔ خلاق عادت شجاعت اور شدید صراحت، اُن کی نمایاں صفت تھی۔ بڑی قوتِ استدلال، مسکت حجت، حاضر جوابی، خوش گفتاری، اور حیرت انگیز خطابت نے اُنھیں نہایت ممتاز کر دیا تھا۔ محمد علی پاشا اوّل خدیو مصر کے عہد سے آج تک کسی نے بھی فرعون کی سرزمین میں اتنی مقبولیت، اخلاقی اقتدار، اور عام محبوبیت حاصل نہیں کی جتنی زغلول پاشا نے حاصل کی۔ اِسی قدر نہیں بلکہ مصرِ جدید کی تاریخ میں وہ پہلے سیاسی رہنما ہیں جنھوں نے قوم کے دل و دماغ، دونوں پر یکساں اثر ڈالا اور ملک کی سیاسی تربیت کی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مشرقی رہنما، مغربی رہنماؤں کے مقابلے میں جلد بوڑھے ہو کر معطل ہو جاتے ہیں لیکن سعد زغلول، اِس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک چست و چالاک رہے اور سخت سے سخت دماغی محنت انجام دیتے رہے۔ تاریخ میں بہت کم انتہا پسند انقلابیوں کے نام ملتے ہیں۔ جو ۷۰ سال کی عمر کے بعد بھی اپنا سیاسی اقتدار اور مقبولیت برقرار رکھ سکے ہوں۔ لیکن زغلول پاشا اپنے آخری وقت تک محبوب و مقبول رہے۔ اُن کی عمر جتنی زیادہ ہوتی گئی، اُسی قدر زیادہ اُن میں سیاسی جوش اور انقلابی روح بیدار ہوتی گئی . . . برطانیہ نے زغلول کو جلاوطن کیا تھا۔ لیکن اِس عظیم الشان کے دل میں اِس وجہ سے کوئی بغض پیدا نہیں ہوا۔ برطانیہ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ اُس کا ایک ایسا دشمن ہے جو خندہ پیشانی سے ہر طرح کی ضربیں برداشت کر سکتا اور پورے حواس سے اُن کا جواب دے سکتا ہے۔ کوئی شخص بھی اِس "فلاح" کی شجاعت پر حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جس نے بے شمار مخالف قوتوں سے مقابلہ کیا اور سب کو بالآخر اپنے ارادے کے سامنے جھکا لیا . . . !"

ڈیلی نیوز لکھتا ہے:

"زغلول، سالہا سال سے مصر کا معبود تھا۔ سیاسی جنگ میں اُس کی شجاعت و بسالت بے نظیر تھی۔ وہ اپنی قوم کو کامل خود مختاری کی طرف لے جا رہا تھا۔ لارڈ کرزن نے ایک مرتبہ کہا تھا "زغلول، شورش کا غیر مسئول علمبردار ہے!" لیکن کچھ ہو، وہ اپنے ملک کی آزادی چاہتا اور انگریزوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا چاہتا تھا۔ مصریوں کے دل میں اُس کی عزت بے حساب تھی۔ وہ ہمارا شریف اور بہادر دشمن تھا"

منچسٹر گارڈین لکھتا ہے:

"زغلول پاشا، تمام مصریوں میں ایک آدمی تھا۔ اُس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے ۳ مرتبہ جلاوطن ہونا پڑا۔ انگریزوں نے بہت کوشش کی کہ اُسے جاہ و منصب کا لالچ دے کر ملا لیں، مگر اُس نے ہمیشہ انکار کیا، اور کامل خود مختاری کے سوا کبھی کچھ قبول کرنے پر رضامند نہ ہوا۔ سعد پاشا کی ذہانت، اخلاق، خوش مزاجی، ایسی تھی جس کی نظیر مغلوب قوموں کے رہنماؤں میں کبھی نہیں دیکھی گئی"

یہ انگلستان کے متعصب سے متعصب اخبارات کے خیالات ہیں لیبر پارٹی کے اخبارات نے تو اِس سے بہت زیادہ لکھا ہے۔ اختصار کے خیال سے ہم ان کا ذکر نہیں کر سکتے۔ یہ تمام رائیں تار کے ذریعہ قاہرہ کے اخبارات میں پہنچی ہیں اور ابھی ان کا سلسلہ برابر جاری ہے۔

اِسی طرح فرانسیسی اخبارات نے بھی طویل و عریض مضمون شائع کئے ہیں اور مرحوم کی بہت تعریف کی ہے۔

نیم سرکاری اخبار "طان" لکھتا ہے: سعد پاشا، مصر کے اِس وقت سب سے بڑے آدمی تھے۔ اُن کی زندگی کا اکثر حصہ، اپنے ملک کے لئے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں گزرا۔ وہ دُنیا بھر کی نظروں میں معزز و محترم تھے . . . "

"ایکو ڈی پاری" لکھتا ہے، "زغلول، مصر کا عظیم آدمی تھا۔ آزادی کا علمبردار تھا۔ مصر میں اُس سے بڑا کوئی آدمی موجود نہ تھا . . ."

اخبار "دیبا" لکھتا ہے "سعد کی موت نے مصر کو اپنے سب سے بڑے رہنما سے محروم کر دیا۔ اُس کی شخصیت، بہت ہی عظیم تھی . . ."

مکتوب بہت دراز ہو گیا ہے۔ آئندہ ہفتے انشاء اللہ میں دکھاؤں گا کہ سعد پاشا کی موت کا اثر مصر کی سیاست پر کیا پڑ سکتا ہے؟ اور انگریز اُس سے فائدہ اُٹھانے کی ابھی سے کیسی طیاریاں کرنے لگے ہیں؟ لیکن قلم روکنے سے پہلے میں بہت ہی اختصار کے ساتھ مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ آپکے ناظرین اندازہ کر سکیں کہ یہ عظیم زندگی کیونکر شروع ہوئی اور کس طرح موجودہ بلندی تک پہنچی؟

سعد پاشا کی زندگی پر ایک نظر

وہ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔

۲۰ ر اکتوبر ۱۸۸۱ء کو شیخ سعد زغلول ازہری طالب علم کی سرکاری اخبار الوقائع المصریہ کے ادارہ تحریر میں تقرری ہوئی۔ ۸۰۰ قرش (ایک قرش ۲ کا ہوتا ہے) ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ یہ طالب علم، خوش اطوار ہے۔ شیخ محمد عبدہ نے اُس کے چال چلن کی تصدیق کی ہے۔

یہ عبارت ایک سرکاری فرمان سے اخذ کی گئی ہے۔ اُسوقت مرحوم، ازہر کے طالب علم تھے اور "شیخ سعد زغلول" کہلاتے تھے۔

یکم فروری ۱۸۸۲ء کو اُن کی تنخواہ ۹۳۳ قرش ہو گئی۔

۲ر مئی ۱۸۸۲ء کو "سعد آفندی زغلول"، کا تبادلہ وزارت داخلیہ کے محکمہ میں ہو گیا اور تنخواہ ۱۵ پونڈ مقرر ہوئی۔

۶ر ستمبر ۱۸۸۲ء کو "جیزہ" کی کشنری میں محافظ دفتر کا غذات سرکاری مقرر ہوئے۔

۲۷ر جون ۱۸۹۲ء میں ۴۵ پونڈ تنخواہ پر درجہ دوم کے مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔

یکم فروری ۱۸۹۴ء میں تنخواہ ۵۵ پونڈ ہو گئی۔

یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں تنخواہ ۶۰ پونڈ قرار پائی۔

۸ر اپریل ۱۸۹۹ء میں اُنھیں پہلا سرکاری تمغہ دیا گیا۔

۱۲ر جنوری ۱۹۰۴ء میں اُنھیں تیسرا نشان مجیدی عنایت ہوا۔

یکم جنوری ۱۹۰۶ء میں اُن کی سالانہ تنخواہ ایک ہزار پونڈ ہو گئی۔

۲۸ر اکتوبر ۱۹۰۶ء میں "سعد زغلول بک" وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔

۱۲ر نومبر ۱۹۰۶ء میں "پاشا" کا خطاب ملا۔

۱۸ر جنوری ۱۹۰۸ء میں "مجیدی اوّل" کا تمغہ ملا۔

۲۳ر فروری ۱۹۱۰ء میں محکمۂ عدالت کے وزیر مقرر ہوئے۔

۲۷ر جنوری ۱۹۲۴ء میں وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

۲۳ر مارچ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ پارلمنٹ کے صدر مقرر ہوئے۔

۱۰ر جون ۱۹۲۶ء میں دوسری مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر منتخب ہوئے۔

۲۳ر اگست ۱۹۲۷ء میں فوت ہو گئے۔

اطلاع ضروری

(۱)

بارش کی وجہ سے مطبع الہلال کے مشین روم کے بعض حصے کئی ہفتہ سے کمزور ہو گئے تھے، خصوصًا وہ ستون جن کے ذریعہ مشین موٹر سے ملحق کی گئی ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کام کے روکے بغیر درستگی کی جا سکے لیکن کوئی صورت نہ نکل سکی۔ مجبورًا اِس ہفتہ کا کام ختم کر کے ان کی از سرِ نو تعمیر شروع کر دی جاتی ہے۔ ہم پوری کوشش کرینگے کہ آئندہ نمبر کسی نہ کسی طرح نکل جائے، لیکن اگر کامیابی نہ ہوئی تو اِس صورت میں آئندہ جمعہ کا پرچہ جاری نہ ہو سکے گا، اور اُس کے بعد کے جمعہ کو نکلے گا۔ خریداران الہلال کو اگر ہیزنگ پرچہ نہ ملے، تو وہ سمجھ لیں کہ پرچہ شائع نہیں ہو سکا ہے۔ یہ ہفتہ خریداروں کی سالانہ قیمت میں محسوب نہ ہوگا۔ "منیجر"

(۲)

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اِسوقت تک مولانا ابوالکلام کے اُن مضامین کی اشاعت شروع نہیں ہوئی ہے جس کا اُن کے احباب کو انتظار تھا۔ بجز باب التفسیر کے اور وہ بھی ہر نمبر میں مسلسل نہیں ہے۔ اُن حضرات کو اِس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ الہلال جاری کرتے ہوئے اُنھوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جبتک کہ مقدمہ اور تفسیر کی ابتدائی جلدوں کی از سرِ نو تحریر سے وہ فارغ نہیں ہونگے، الہلال کے لئے پورا وقت نہیں نکالیں گے۔ اب وہ ایک حد تک فارغ ہو چکے ہیں۔ اور اُنھوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ سفر شملہ سے واپسی کے بعد اِس کے لئے کافی وقت نکالیں گے۔

منیجر

ادبیات

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا!

مرحوم سعد باشا زغلول کی بلیغ تقریریں

مرحوم احمد سعد باشا زغلول کی فصاحت و بلاغت اور قوت خطابت، مشہور عالم ہو۔ اُن کی مقبولیت اور سیاسی زعامت کی کامیابی میں ایک بڑا راز اُن کی یہی ساحرانہ خطابت ہو۔ ہم چاہتے ہیں اُن کی بعض مشہور تقریروں کے اقتباسات وقتاً فوقتاً شایع کرتے رہیں۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ اِن سے مرحوم کا سیاسی مذہب اور فکری رجحان بھی معلوم ہوگا۔

شہیدانِ وطن کی یاد

«ہمہ تن خشوع ہوکر اُن پاک روحوں کی طرف، بہادروں کی روحوں کی طرف، متوجہ ہوتا ہوں، جنھوں نے حق کا اعلان کیا، حالانکہ حق کا اعلان، مصر میں سب سے بڑا جرم تھا!

«وہ حق کا ڈنکا بجاتے آگے بڑھے۔ اُن کی بے لاگ شجاعت نے ہمیں سرخ رُو کردیا۔ سب کو وطن کے احترام پر مجبور کردیا۔ وہ اپنا فرض انجام دے چکے۔ اب وہ آرام سے اپنی قبروں میں سوئیں۔ آزادی کی سہانی صبح اُن کے خون سے نہائی ہوئی، غلامی کی ظلمت چاک کرکے نکل آئی۔ اللہ اُن کی قبریں روشن کرے۔ فردوس بریں میں اُنھیں آرام دے اور ہمارے عمل سے اُن روحوں کو خوش کرے»

نوجوان

«میری قوم کی جوانی پر خدا کا سایہ! نوجوانوں نے جوانی کے اُن تمام خزانوں کے مُنہ کھول دیئے جو اُن کے سینوں میں بند تھے۔ پُورے ملک کو جوش اور خودداری سے لبریز کردیا۔ دلوں میں عظمت پیدا کی، سروں میں حکمت اُتاری، جسموں میں نظام قائم کردیا۔ نوجوان ہی ہماری تحریک کا اصلی ستون ہیں۔ مصر کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ مستقبل اُنھیں کے ہاتھ میں ہو۔ اور نوجوان ہاتھوں کی قوت معلوم ہو»

علماء دین

«میں علماء اسلام اور مسیحی قسیسوں کا شکر گزار ہوں۔ اُنھوں نے متحد ہوکر دشمن کی سب بڑی حجت باطل کردی۔ تمام اختلافات دُور کردیئے، اور ثابت کردیا کہ سب دین اپنی غرض میں ایک ہیں۔ سب وطن کی مدافعت فرض قرار دیتے ہیں، سب کا تعلق، خالق ارض وسما کی عبادت سے ہو۔ سب وطنی مصلحت میں مخلوق کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں»

اصول نہ کہ اشخاص

«سعد اور اُس کے رفیق، تم میں انبیاء نہیں ہیں جنھوں نے معجزے دکھائے۔ اولیاء نہیں ہیں جنھوں نے کرامتیں دکھائی ہیں۔ وہ تمھارے ہی افراد ہیں۔ تمھارے اصول کے خدمتگذار ہیں۔ تمھارے ہی آدمی ہیں، تمھارے شعور کا اُنھوں نے احساس کیا اور تمھارے اصول سے لبریز ہوگئے۔ چنانچہ وہ اُن کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پس ہمارے لئے کوئی فخر نہیں۔ اور اگر ہو تو وہ تم سب کا فخر ہو۔

«بلاشبہ میں نے کچھ خدمت کی ہو۔ لیکن میں نے کوئی قربانی نہیں کی، کیونکہ میں بے روزگار تھا۔ البتہ میرے ساتھیوں نے قربانیاں کی ہیں۔ اُنھوں نے اپنے منصب اور عہدے چھوڑے، حتیٰ کہ اپنی اولاد تک کی جُدائی گوارا کی، اور آپ جانتے ہیں کہ میرے کوئی اولاد بھی نہیں (اسپر حاضرین پکارے «ہم سب آپ کی اولاد ہیں!») بلاشبہ تم سب میری اولاد ہو۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمام اعزاز اشخاص کے لئے نہیں، اصول کے لئے ہو۔ وہ اصول، سعد اور سعد کے رفقاء سے کہیں بلند ہو»

اتحاد

«میری نظر میں سب سے بڑی اور محبوب چیز مسلمانوں اور قبطیوں کا اتحاد ہو۔ یہ علَم جو اِس مبارک اتحاد کا نشان ہو، مجھے دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہو۔ یہ علَم میرے ہاتھ میں دے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی پوری قوت سے اُس کی حفاظت کروں گا اور زندگی کے آخری لمحے تک اُسے بلند رکھوں گا۔ «مسلمان» اور «عیسائی»! لیکن میں مسلمان اور عیسائی نہیں چاہتا۔ مصر میں صرف ایک قوم ہونا چاہئے اور وہ مصری قوم ہو»

وکالت

وکلاء کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مرحوم نے کہا:

«میری خدمتوں کی دھوم مچی ہوئی ہو۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرے لئے اِن خدمتوں پر فخر کرنا روا نہیں ہو لیکن میں آپ کی اجازت سے صرف اِس بات پر فخر کرنا چاہتا ہوں کہ میں وکالت کے پیشے میں داخل ہوا اور اُس کی خدمت کی۔

«ہاں، میں اِس خدمت پر بہت زیادہ فخر کرتا ہوں۔ مجھے کوئی انانیت کا الزام نہ دے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں اُس زمانے میں اِس پیشہ کا کیا حال تھا؟

«میں نے وکالت کا پیشہ اُسوقت اختیار لیا جب یہ پیشہ معزز نہ تھا، جیسا اِسوقت ہو۔ بلکہ وہ حقیر سمجھا جاتا تھا اور اُس کے آدمی بھی حقیر سمجھے جاتے تھے۔ یہ پیشہ اصل میں جس قدر شریف تھا، ہمارے ملک میں اُسی قدر ذلیل ہوگیا تھا۔ وکیل اور دغاباز، یہ دونوں لفظ ہم معنی سمجھے جاتے تھے۔ اونچے خاندان کا کوئی رُکن بھی اُسمیں داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور سچ یہ ہو کہ اُسوقت خود وکلاء کو بھی اپنی عزت نفس کا کوئی خیال نہ تھا۔

«لیکن یہ سب جانتے ہوئے بھی میں اِس پیشہ میں در آیا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی اخلاقی شجاعت کا کام تھا۔ میں سُنا کرتا تھا کہ لوگ وکیل اِس لئے بنتے ہیں کہ مکر و فریب کی راہوں سے دولت کمائیں۔ میں نے کہا لیکن میں اِس لئے وکیل بنوں گا کہ حق و عدالت کی خدمت کرسکوں

«یہ اُسوقت کی بات ہو جب وکیل، حاکم عدالت کے رحم پر رہتا تھا۔ اُس کی ذراسی ناراضی بھی، وکیل کو اپنی کمائی سے محروم کردیتی تھی۔

«ایک دن ایسا ہوا کہ میں ایک مقدمہ پر بحث کررہا تھا۔ سرکاری وکیل نے کہا آج پیشی بڑھا دی جائے۔ میں نے اعتراض کیا، «مقدمہ کا التوا ناروا ہو، کیونکہ ملزموں کو قید خانے میں بلا سبب رکھنا ناجائز ہو» حاکم خفا ہوگیا «فوراً اپنے الفاظ واپس لو» حاکم نے کہا «عدالت کے لئے کوئی بات بھی ناروا اور ناجائز نہیں» لیکن میں نے الفاظ واپس لینے سے انکار کیا اور سخت صورت حال کا مقابلہ کیا۔

«اسی طرح کے بہت سے واقعات پیش آتے رہے، یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا جب یہ پیشہ معزز ہوگیا اور حکام، وکلاء کی دوستی پر فخر کرنے لگے»

قومی نگرانی کے حدود

«ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ قوم کو ہماری نگرانی کا حق ہو۔ قوم کا فرض ہو کہ وہ اپنا مطالبہ ہمیں بتائے۔ اُسنے یہ مطالبہ ہمیں بتادیا ہو کہ «کامل آزادی» اب ہم کوشش کرتے ہیں۔ قوم کو یہ حق نہیں ہو کہ وہ کوشش کی راہیں بھی ہمارے لئے مقرر کرے۔ قدم قدم پر ہم سے بازپرس کرے اگر ہم کسی سے گفتگو کریں تو ہم سے روداد طلب کرے اگر ہم کہیں جائیں تو ہم سے وجہ دریافت کرے۔ قوم کو چاہئے کہ خاموشی سے ہماری کوشش دیکھے۔ جب ہم اُس کے سامنے اپنی کوشش کے نتائج پیش کریں تو بلاشبہ اُسے حق ہو کہ ہماری تجویزیں خوب جانچے اگر اُس کی پسند کے مطابق نہ ہوں تو ٹھکرادے۔ ہمیں ہرگز کوئی شکایت نہیں ہوگی»

آزادی کی نعمت

«ہم دنیا کی ہر نعمت سے محروم ہوجانے پر طیار ہیں۔ سب آرام ہم سے چھین لو، ہمارا مال و دولت بھی ضبط کرلو۔ ہم اِس سب پر صبر کرلیں گے، مگر اے ہمیں غلام بنانے والو! یاد رکھو، ہم آزادی سے ہرگز دست بردار نہ ہونگے۔ آزادی، خدا کی سب سے بڑی نعمت ہو۔ اُس سے محرومی خود زندگی سے محرومی ہو»

قومی وحدت

«قوم اِسکے سوا کچھ نہیں کہ انسانوں کا ایک مجموعہ ہو، وہ مجموعہ جس کی مصلحت ایک ہو، جس کا شعور ایک ہو، جس کی آرزو ایک ہو۔ ہماری قوم کی اِسوقت آرزو کیا ہو؟ کامل خودمختاری!

«ہماری قومی وحدت مضبوط بنیاد پر قائم ہو: اُس میں نہ فرقے ہیں نہ درجے ہیں۔

وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ «باشاؤں» (امیروں) کا گروہ پُوری قوم پر حاوی ہونا چاہتا ہو۔ ہمارے ملک میں نہ «باشاؤں» کا کوئی خاص گروہ ہو نہ «فلاحین» (کسانوں) کا۔ ہم سب «باشا» بھی ہوسکتے ہیں اور «فلاح» بھی ہوسکتے ہیں۔ میرے اپنے خاندان کے اکثر افراد فلاح ہیں لیکن میں سعد زغلول باشا ہوں۔

«وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر دینی فرقے موجود ہیں۔ ممکن ہو پہلے کبھی ہوں، لیکن اب کوئی فرقہ نہیں ہو۔ اور اگر کوئی ہو تو وہ ایک ہی فرقہ ہو۔ یعنے مصری قوم، جب سے جدید بیداری کا سورج طلوع ہوا ہو ہلال اور صلیب نے ہمیشہ کے لئے معانقہ کرلیا ہو۔ یہ معانقہ، صرف مسلمان اور قبطی کا معانقہ نہیں ہو۔ یہ مسلمانوں کا دُنیا بھر کی قوموں اور مذہبوں سے اتحاد کا نشان ہو۔ ہم متعصب نہیں ہیں۔ ص

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہ اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔
بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

یاد رکھیے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ بیچیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمیٰ ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و بیم شائقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدر دانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع بر اعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سے اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، دردسر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ۱) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ۲ فی صدی کمیشن ملیگا

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور سر پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے۔ "فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کا رڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی — تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھیے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کر دے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں ؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولٰنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل اعتماد گولڈن رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم بی ٹائم پیس جرمن میڈ

... قیمت ... محصول ڈاک و پیکنگ منی آرڈر فیس	... خوبصورت مضبوط ... ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت ... محصول ڈاک و پیکنگ منی آرڈر فیس	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا ... قیمت ... محصول ڈاک و پیکنگ منی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم تعمیل کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریداروں کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے ان سے ہر گھڑی کی قیمت مندرجہ بالا لی جائیگی اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

پتہ: امریکن واچ ہوس ایسٹ اینڈ ویسٹ واچ کمپنی پوسٹ بکس ۸۲ مقام ...

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے،

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواہر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا ھے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ھے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ــــ امام ابن قيم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازھائي روپیه -

کتاب الوسیله ــــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد ازھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ــــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقى ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ھے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا ھے- اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاھتا تھا ' اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تھا- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا- پھر اس نے ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلى طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں- اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں- اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں- اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا ھے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں- پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ھے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي- هر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ھے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں - جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ھے- قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ھے -

منیجر "البلاغ پریس"

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے :

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں، تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں، نفع بخش ایجنسیاں لیں، ہندوستان سے خام پیداوار بھیجیں، نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں، تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں، تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں، تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں، اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

• میووں، ترکاریوں، اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.